تیرے عشق نچایا
نگہت عبداللہ

میری بند پلکوں پر ٹوٹ کر کوئی پھول رات بکھر گیا
مجھے سسکیوں نے جگا دیا، میری کچی نیند مٹ گئی
نہ خوشی نہ ملال ہے، سبھی کا اک مان ہے
تیرے سکھ کے دن بھی گزر گئے، میری غم کی رات بھی کٹ گئی

پہلے حصہ کا خلاصہ

جلال احمد کا شمار متوسط طبقے کے لوگوں میں ہوتا ہے احسن اور محسن ان کے بیٹے ہیں۔ احسن اپنی کزن نشاء کو پسند کرتا ہے جو اپنے والدین میں علیحدگی کے سبب انہی کے گھر میں پل کر بڑی ہوتی ہے۔ نشاء کے والد بلال احمد بیٹی کی ذمہ داری ساجدہ بیگم کو سونپ کر بیرون ملک سیٹل ہوجاتے ہیں اور وہیں شادی کر لیتے ہیں۔ محسن پیدائشی طور پر دمہ کا مریض ہوتا ہے اور اپنی زندگی سے مایوس بھی جبکہ اپنے بھائی کے علاج کی خاطر احسن اسپشلائزیشن کے لیے ملک سے باہر جاتا ہے تاکہ ایک کامیاب ڈاکٹر کی حیثیت سے اس کا علاج کرسکے جانے سے قبل وہ نشاء کے لیے اپنی پسندیدگی کا اظہار کر کے نشاء کو انتظار کی گھڑی سونپ جاتا ہے۔ دوسرا گھرانہ سلیم احمد اور راحیلہ خاتون کا ہے جو حاکمانہ مزاج کی خاتون ہیں ثریا اور صبا بلال احمد کے بعد انہی کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں۔ جاذب صبا کو پسند کرتا ہے لیکن راحیلہ خاتون کی روک ٹوک کے سبب اپنے جذبات کا کھل کر اظہار نہیں کر پاتا جبکہ نگار اپنی مرضی کی مالک ہوتی ہے۔ خان جنید مشہور بزنس مین ہوتے ہیں لیکن اپنے معذور بیٹے کے سبب متفکر رہتے ہیں۔ جب ہی بیٹے کی ذمہ داری سنبھالنے کیلئے وہ صبا کا انتخاب کرتے ہیں۔ صبا اسے خود ترسی کی کیفیت سے نکالنے کی بھرپور سعی کرتی ہے۔ صبا کی صاف گو طبیعت کی بناء پر اپنی ممانی راحیلہ خاتون سے نہیں بن پاتی۔ دوسری طرف وہ اسے گھر سے نکالنے کے لیے آئے دن اس کے رشتے تلاشتی رہتی ہیں جبکہ صبا بھی جاذب کو پسند کرتی ہے لیکن جاذب کی بزدلانہ سوچ اسے متفکر کیے رکھتی ہے ثریا کی زبانی اسے اپنے باپ بلال احمد اور اپنی بہن نشاء کا پتا چلتا ہے تو وہ اس جگہ پہنچ کر ان کی تلاش شروع کردیتی ہے لیکن سوائے مایوسی کے اسے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ ان حالات کی ذمہ دار وہ اپنی ماں کو ٹھہراتی ہے جبکہ ثریا بیگم اپنی صفائی میں کچھ بھی نہیں کہہ پاتیں۔ کالج کے باہر نشاء سے ایک انجان لڑکا بات چیت کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ اسے نظر انداز کردیتی ہے اور کچھ دن کالج بھی نہیں جاتی تاکہ وہ اسے بھول جائے لیکن نشاء کا اندازہ اس وقت غلط ثابت ہوتا ہے جب اس شخص کا فون نشاء کے لیے آتا ہے ایسے میں وہ سخت اذیت میں مبتلا ہوجاتی ہے۔

اب آگے پڑھیں

☆☆☆

"اٹھو مونی دوا پی لو۔" نشاء نے گلاس میں پانی ڈالتے ہوئے کہا پھر محسن کو دیکھا اس نے آنکھوں پر سے بازو نہیں ہٹایا تھا۔

"جلدی اٹھو مونی، مجھے اور بھی کام ہیں۔" اس نے محسن کا ہاتھ ہلایا تب وہ بازو نیچے کر کے کہنے لگا۔

"اتنے سارے کاموں میں تمہیں مجھے دوا دینے کا یہ ایک کام کیسے یاد رہ جاتا ہے وہ بھی وقت پر۔ میرا خیال ہے اس پوری دنیا میں کوئی کام اتنی پابندی سے وقت پر نہیں ہوتا ہوگا جس پابندی سے تم مجھے دوا دیتی ہو۔"

"اچھا زیادہ باتیں نہ بناؤ' یہ لو۔" اس نے پانی کا گلاس لے کر ٹیبلٹ حلق سے اتاری۔

"نہیں بتاؤ تو آخر کو انسان ہو بھول بھی سکتی ہو۔"

"میں سب کچھ بھول سکتی ہوں' مونی یہاں تک کہ اپنے آپ کو بھی لیکن ایک یہی کام نہیں بھول سکتی۔" وہ کہتے ہوئے کہیں کھو گئی تھی۔

"کیوں..... کیوں نہیں بھول سکتی۔" محسن نے جرح کی تو وہ چونک کر بولی۔

"تاکہ تم جلدی ٹھیک ہو جاؤ۔"

"تم کیا سمجھتی ہو یہ دوائیں مجھے ٹھیک کردیں گی۔ بے وقوف' دوا تو اس وقت سے میرے منہ کو لگی ہے جب میں نے ہوش بھی نہیں سنبھالا تھا۔ اگر اس میں میرے لیے شفا ہوتی تو میں کب کا ٹھیک ہو گیا ہوتا۔" وہ قدرے تلخ ہوا تھا۔

"تم ٹھیک ہو جاؤ گے مونی۔" اس کے خلوص میں یقین تھا۔

"اچھا..... وہ ذرا سا ہنسا پھر آزردگی میں گھر گیا۔ "تم نے کبھی بجھتے ہوئے دیئے کو دیکھا ہے نشاء جسے کچھ دیر اور روشن رکھنے کی خاطر ہاتھ کی اوٹ میں لے لیا جاتا ہے میں اسی دیئے کی مانند ہوں۔"

"مونی' تم جانتے ہو ہم سب تم سے کتنی محبت کرتے ہیں۔" وہ اس کی بات سے سہم گئی۔

"ہاں یہ محبتیں ہی تو مجھے زندہ رکھے ہوئی ہیں۔" محسن نے اس کا سہما ہوا چہرہ دیکھا تو مسکرا کر بولا۔ "بے وقوف ہو تم' میں بالکل ٹھیک ہوں۔ دیکھ رہی ہو پہلے سے کتنا بہتر ہو گیا ہوں۔ یقین کرو میں خود اپنے آپ کو بہت بہتر محسوس کرتا ہوں۔ پتا ہے صبح جب میں واک کرتا ہوں تو پہلے چند قدم کے بعد ہی تھک جاتا تھا لیکن اب میں لان کے کتنے چکر لگا لیتا ہوں۔"

"سچ..... "وہ خوش ہوئی۔

"بالکل سچ' اور ہاں میں نے سنا ہے چچا جان آرہے ہیں۔" محسن نے بات بدلی۔

"ہاں ٹھیک سنا ہے تم نے۔" وہ سرسری سا بولی۔

"پھر تو تم ان کے ساتھ چلی جاؤ گی۔" محسن نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"نہیں میں کیوں جاؤں گی' ویسے بھی ابو جی یہیں آرہے ہیں۔ یہیں رہیں گے۔" اس نے فوراً کہا تو وہ مایوسی سے بولا۔

"میرا نہیں خیال کہ چچا جان زیادہ دن یہاں رہ سکیں گے۔"

"وہ یہاں رہیں یا کہیں بھی میں بہرحال یہیں رہوں گی' سنا تم نے اور اب پلیز تم آرام کرو۔ بوا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے مجھے کھانا پکانا ہے۔ فارغ ہو جاؤں گی تو تمہارے پاس آکر بیٹھوں گی۔"

"کوئی اچھی سی کتاب ضرور لیتی آنا۔" اس نے کہا تو وہ سر ہلاتے ہوئے اس کے کمرے سے نکل آئی تو لاؤنج میں ساجدہ بیگم مل گئیں اسے دیکھتے ہی پوچھنے لگیں۔

"محسن کو دوا دے دی۔"

"جی۔"

"بخار تو نہیں ہے اب اسے۔"

"نہیں تائی امی اب تو کافی بہتر نظر آرہا ہے۔" اس نے اپنے تئیں خوش خبری سنائی لیکن ساجدہ بیگم کا وہی سپاٹ چہرہ دیکھا تو چپ چاپ وہاں سے کھسک آئی۔ وہ ان ہی کی گود میں پروان چڑھی تھی پھر بھی انہیں سمجھ نہیں سکی تھی۔ پتا نہیں انہیں اظہار کرنا نہیں آتا تھا یا وہ اظہار کرنا نہیں چاہتی تھیں کہ کبھی کوئی غم کوئی خوشی یا کسی اور بات کا ردعمل ساجدہ بیگم کے چہرے سے ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ جب ہی انہیں ماں کا درجہ دینے کے باوجود وہ ان کے بہت زیادہ قریب نہیں ہو سکی تھی۔ بلکہ اندر سے ہمیشہ کچھ خائف سی ہی رہی تھی گو کہ ساجدہ بیگم بے سبب کسی بات پر روک ٹوک نہیں کرتی تھیں۔ اس گھر میں اسے مکمل آزادی حاصل تھی' بلکہ جب سے اس نے لڑکپن کو خیرباد کہا تھا تب سے زیادہ تر کام اس کی مرضی اور پسند سے ہوتے تھے اس کے باوجود کہیں کوئی کمی ضرور تھی۔ جس سے اس کی شخصیت دب کر رہ گئی تھی۔ نہ وہ اعتماد جو اسکول اور کالج میں پڑھنے والی لڑکیوں کو حاصل

ہوتا ہے اور نہ وہ بے ساختگی جو اس عمر کی لڑکیوں کا خاصا ہوتی ہے۔ اس کے برعکس ایسی جھجک جس نے اسے حد درجہ لحاظ اور مروت بخش کر ایک طرح سے حکم کا غلام بنا دیا تھا۔ وہ سر اٹھا کر بات نہیں کرسکتی تھی اور نہ ہی اس نے انکار کرنا سیکھا تھا۔ اس کے باوجود وہ یہاں خوش تھی اور ہمیشہ یہیں رہنا چاہتی تھی۔ جب ہی اپنے ابوجی کے آنے کا سن کر اور یہ سوچ کر کہ کہیں وہ اسے اپنے ساتھ تو نہیں لے جائیں گے وہ پریشان ہوجاتی تھی۔ اسے اس گھر سے اس گھر کے مکینوں سے بہت پیار تھا۔ احسن نے اسے اپنی محبتوں کے حصار میں لیا تھا تو محسن اسے سگے بھائیوں کی طرح پیارا تھا۔ وہ شروع ہی سے کمزور تھا۔ ایک تو دمے کا مرض لے کر پیدا ہوا تھا' پھر چھت سے گرنے کے باعث اس کی بیک بون متاثر ہوئی تھی جس سے وہ طویل عرصہ بیڈ پر رہا تھا۔ جلال احمد نے اس کے علاج میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی جس سے وہ چلنے کے قابل ہوگیا تھا لیکن جو پیدائشی سانس کا مرض تھا' اس کے سبب وہ اکثر ہی کسی نہ کسی بیماری کا شکار رہتا اور یقیناً اس میں قوت مدافعت کی زبردست کمی تھی جو معمولی سا بخار بھی ہفتوں اسے بستر پر لٹائے رکھتا تھا۔ ساجدہ بیگم اس کی تیمارداری کرتے کرتے نڈھال ہوجاتیں پھر بھی اس نے کبھی انہیں محسن کی بیماری کے دنوں میں چین سے بیٹھتے نہیں دیکھا تھا اور پھر وہ کوئی چھوٹا بچہ نہیں تھا اس لیے اس کے کچھ کام ساجدہ بیگم نہیں کرسکتی تھیں ایسے میں احسن اپنے سب کام چھوڑ کر اس کے پاس چلے آتے اور پھر رفتہ رفتہ احسن نے محسن کی ساری ذمہ داریاں اپنے سر لے لی تھیں۔ اسے نہلانا' کپڑے بدلنا' بستر صاف رکھنا اور فارغ وقت میں اسے پڑھانا۔ شروع میں وہ احسن کو یہ سارے کام کرتے دیکھتی رہتی تھی' پھر آہستہ آہستہ ان کے ساتھ شریک ہوگئی۔ اس کے بیڈ پر چادر بچھا دیتی' کمرہ صاف کردیتی' کیاری سے پھول توڑ کر گلدان میں سجا دیتی اور جو کام محسن کہتا وہ خوشی خوشی کردیتی۔ اور اب تو احسن اس سے وعدہ لے کر گئے تھے وہ کیسے اس سے غافل ہوسکتی تھی۔ جلدی سے کھانا پکا کر پھر اس کے کمرے میں آگئی تھی۔

☆☆☆......

احسن کے جانے سے وہ اداس تو تھی لیکن وہ جلدی جلدی فون کرکے اسے بہلا لیا کرتا تھا' یوں زندگی پھر ایک نئی ڈگر پر چل نکلی تھی کہ اس کے ابو بلال احمد اپنی بیوی لبنیٰ اور بیٹی مریم کے ساتھ آگئے۔ اس نے اپنے کمرے کی کھڑکی سے ان سب کو گاڑی سے اترتے پھر جلال احمد کے ساتھ گھر میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔

اگر بلال احمد اکیلے آتے تو شاید وہ بے اختیار ان کے سینے میں جا چھپتی لیکن اس دوسری عورت کی وجہ سے ایک جھجک مانع آگئی اور وہ کچھ فاصلے پر رک کر صرف سلام کرسکی۔

"ارے نشاء بیٹا" بلال احمد خود ہی آگے بڑھ آئے اور اس کا سر اپنے سینے سے لگاتے ہوئے بولے۔ "کتنی بڑی ہوگئی ہے میری بیٹی۔ کون سی کلاس میں پڑھتی ہو بیٹا؟"

"جی گریجویشن کررہی ہوں۔"

"اچھا' ویری گڈ۔ میرا خیال تھا ابھی آپ میٹرک میں ہوگی۔ خیر ان سے ملو......" وہ پلٹ کر لبنیٰ کی طرف یوں دیکھنے لگے جیسے پوچھ رہے ہوں تم اپنے آپ کو کیا کہلوانا پسند کروگی۔

"میں تمہاری مما ہوں' جیسے مریم کی مما ویسے تمہاری۔" لبنیٰ نے ایک ادا سے کہا تب اس نے سر تا پا اسے دیکھا۔ باریک ساڑھی میں اس کا تراشا بدن جھلک رہا تھا۔ اور وہ کہیں سے بھی مریم کی مما نہیں لگ رہی تھیں۔

"مریم بیٹا اپنی بہن سے ملو۔" بلال احمد کی آواز پر وہ چونک کر مریم کی طرف متوجہ ہوئی۔ کانچ سی موہنی صورت والی پندرہ سولہ سالہ مریم خود ہی اس کے قریب آئی تو اس نے بے اختیار اسے گلے لگالیا۔

"بھئی یہ تفصیلی تعارف وغیرہ تو ہوتا ہی رہے گا۔ آپ لوگ بیٹھو اور نشاء چائے وائے......" جلال احمد نے سب کو بیٹھنے کا کہتے ہوئے آخر میں نشاء کو مخاطب کیا تو وہ جلدی سے بولی۔

"جی تایا ابو بس ابھی لاتی ہوں۔" اور دس منٹ میں وہ چائے لے آئی تو محسن بلال احمد سے کہہ رہا تھا۔

''نشاء میرا بہت خیال رکھتی ہے چچا جان' مجھے دوا دینا تو کبھی بھولی ہی نہیں۔''

''بس کرو موٹی تمہیں تو وہم ہو گیا ہے۔''

''یہ وہم نہیں حقیقت ہے کہ ٹھیک وقت پر تم دوا لیے میرے سرہانے موجود ہوتی ہو۔'' محسن نے کہا تو اب وہ ان سنی کرکے سب کو چائے سرو کرنے لگی۔ پھر رات کے کھانے کی تیاری میں وہ بوا کا ہاتھ بٹانے کی غرض سے کچن میں آ گئی۔ اصل میں وہ اپنی کیفیت سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ اپنے ابوجی کو دیکھ کر ان سے مل کر اسے خوشی ضرور ہوئی تھی لیکن ساتھ ہی اسے اپنی ماں کا خیال بھی آ گیا تھا جس کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتی تھی۔ اس نے سوچا ساجدہ بیگم نے تو کبھی بتایا نہیں لیکن وہ اپنے ابوجی سے اپنی ماں کے بارے میں ضرور پوچھے گی اور اس کے لیے اسے کچھ وقت انتظار تو کرنا تھا۔ ابھی تو وہ ان سے ٹھیک طرح سے بات بھی نہیں کر پا رہی تھی۔ بہرحال رات کا کھانا سب نے خوش گوار ماحول میں کھایا اس کے بعد ساجدہ بیگم کے کہنے پر وہ مریم کو لے کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

''یہ آپ کا کمرہ ہے۔ آپ یہاں سوتی ہیں؟'' مریم نے معصومیت سے پوچھا تو وہ مسکرا کر بولی۔

''ہاں' اب ہم دونوں یہاں سوئیں گی۔ پھر کچھ سوچ کر پوچھنے لگی۔ ''تمہیں کوئی پرابلم تو نہیں ہوگی' آئی مین میرے ساتھ سونے میں؟''

''نہیں' شاید آپ کو پرابلم ہو۔'' مریم نے کہا تو وہ ہنس دی۔

''یہ ہم کن تکلفات میں پڑ گئیں۔ ہم بہنیں ہیں' پہلی بار ملی ہیں' ہمیں اپنی فیلنگز شیئر کرنی چاہئیں' سچ مجھے تو بہت خوشی ہو رہی ہے۔ بیٹھے بٹھائے بہن مل گئی وہ بھی اتنی پیاری سی۔ تمہیں کیسا لگ رہا ہے؟'' اس نے مریم کی ٹھوڑی چھو کر پوچھا۔

''اچھا لگ رہا ہے۔ آپ کی مما کہاں ہیں؟'' مریم نے جواب کے ساتھ پوچھا تو وہ ایک دم خاموش ہو گئی جس سے جانے کیا سمجھ کر مریم نے پھر پوچھا تھا۔

''آپ کو یاد ہیں آپ کی مما؟'' اس نے دھیرے سے نفی میں سر ہلایا تو مریم آزردگی سے بولی۔

''مجھے بھی اپنی مما یاد نہیں ہیں۔''

''کیا.....؟'' وہ اچھل پڑی۔ ''کیا مطلب ہے تمہارا' یہ لبنیٰ آنٹی؟''

''لبنیٰ آنٹی میری اسٹیپ مدر ہیں' جیسے آپ کی۔'' مریم کے انکشاف پر وہ ششدر رہ گئی۔ یعنی اس کے ابوجی کی یہ تیسری شادی تھی۔

''آپ کو نہیں پتا؟'' مریم کی معصومیت فطری تھی۔ وہ کیا کہتی' اسے تو کچھ بھی پتا نہیں تھا اور شاید اسے فرق بھی نہیں پڑتا تھا کیونکہ وہ محبتوں میں پروان چڑھی تھی۔

''تمہاری مما کہاں ہیں؟'' اس نے سنبھل کر پوچھا۔

''میری مام کی ڈ-یتھ ہو گئی ہے۔ میں بہت چھوٹی تھی' شاید دو سال کی۔'' مریم نے بتایا تو وہ افسوس کے لیے الفاظ سوچنے لگی تھی کہ ایک دم خیال آیا محسن کو دوا دینی ہے۔

''میں ابھی آتی ہوں۔'' وہ فوراً اٹھ کر بھاگی تھی۔

O......O......O

راحیلہ خاتون کو اچانک لاہور جانا پڑ گیا۔ ان کے بہنوئی کو سیریس ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ بہن نے رو رو کر انہیں بلایا تھا۔ تو نگار بھی ان کے ساتھ جانے کو تیار ہو گئی تھی۔ جاذب انہیں ائرپورٹ چھوڑ کر واپس آیا تو اس کا خیال تھا وہ صبا کو آؤٹنگ پر لے جائے گا۔ کتنے دنوں سے وہ ناراض تھی' اس سے بات ہی نہیں کر رہی تھی' اسے منانے کا یہ اچھا موقع تھا۔ یہی سوچ کر وہ سیدھا اس کے پاس آیا تھا۔

''سنو..... ناراض ہو۔''

''ناراض وہاں ہوا جاتا ہے جہاں منانے والے پر یقین ہو۔ یہاں تو بے یقینی ہی بے یقینی ہے۔'' وہ دل گرفتگی سے بولی۔

''بدگمان ہو رہی ہو۔'' وہ اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

''سوچتی ہوں' ہو جاؤں' مکمل بدگمان ہو جاؤں تاکہ اپنی جنگ آسانی سے لڑ سکوں۔'' صبا نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا تو وہ گہری سانس کھینچ کر بولا۔

"جنگ کے لیے لڑنا ضروری تو نہیں ہے۔ بغیر لڑائی کے بھی جنگ جیتی جاسکتی ہے۔ تم نے سنا نہیں خاموشی سب سے بڑا ہتھیار ہے۔"

"یہ بزدلوں کا ہتھیار ہے اور میں بزدل نہیں ہوں۔" وہ اس پر جتا گئی تھی۔

"جانتا ہوں اور مانتا بھی ہوں۔ اب خدا کے لیے اتنا مت سوچو مجھے گھبراہٹ ہونے لگی ہے۔" اس نے کہا تو وہ چڑ کر بولی۔

"تو جاؤ جا کر آرام کرو۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔"

"یہی تو نہیں کرسکتا۔"

"تم کچھ بھی نہیں کرسکتے۔ صرف باتیں کرنی آتی ہیں تمہیں۔ عملی طور پر بالکل صفر ہو۔"

"اب تم زیادتی کررہی ہو صبا۔" وہ مسلسل تذلیل پر ناراض ہوا۔

"میری زیادتی تم نے فوراً محسوس کرلی اوروں کی نظر ہی نہیں آتی۔ یوں بن جاتے ہو جیسے کچھ دیکھا' سنا نہیں۔" صبا معاف کرنے کے موڈ میں نہیں تھی۔

"جنہیں تم اوروں کہہ رہی ہو وہ میرے اپنے ہیں۔" وہ زچ ہو کر بولا۔

"تمہارے اپنے' امی کے اپنے اور میں......" وہ ایک لحظہ کو سوالیہ نشان بنی پھر بھاگ کر کمرے میں بند ہوگئی تو جاذب کی سمجھ میں نہیں آیا کیا کرے' وہ اپنی جگہ ٹھیک تھی لیکن راحیلہ خاتون کو وہ کیسے سمجھاتا کیسے قائل کرتا جو صبا کا نام ہی نہیں سننا چاہتی تھیں۔ کچھ دیر کھڑا وہ اپنے آپ پر جھنجلاتا رہا پھر سلیم احمد کے کمرے میں آ گیا۔

"کیا کررہے ہیں ابو؟"

"کچھ نہیں بیٹا' چھوڑ آئے اپنی ماں کو؟" سلیم احمد نے کتاب ایک طرف رکھتے ہوئے پوچھا۔

"جی۔" وہ کچھ سوچ کر بیٹھا تھا کہ ثریا چائے لے آئی اور کپ سلیم احمد کو تھماتے ہوئے بولیں۔

"بھابی کے جانے سے کیسا سونا سونا لگ رہا ہے گھر۔"

"کبھی کبھی سونا پن بھی اچھا لگتا ہے۔" سلیم احمد نے چائے کا سپ لے کر کہا تو ثریا ایک نظر جاذب کو دیکھ کر بولیں۔

"نہیں بھائی مجھے تو گھبراہٹ ہوتی ہے۔"

"یعنی تم اپنی بھاوج کی کمی محسوس کررہی ہو۔" سلیم احمد کی مصنوعی حیرت پر وہ ہنسا تھا۔ جبکہ ثریا نے اپنی مسکراہٹ چھپائی تھی۔

"بھئی ہمت ہے تمہاری۔" سلیم احمد ثریا کو سراہ کر کہنے لگے۔ "میں بہرحال بڑا سکون محسوس کررہا ہوں۔ کتنے عرصے بعد چین سے بیٹھنا نصیب ہوا ہے۔ تم بھی کچھ دن آرام کرلو' بہت کمزور ہوگئی ہو۔ ہنسا بولا کرو' بہت چپ چپ رہتی ہو' کیا سوچتی رہتی ہو۔"

"کچھ نہیں بھائی' بس صبا کی طرف سے تھوڑی فکر مند ہوں۔" ثریا نے کہا تو جاذب چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

"کیوں صبا کی کیا فکر ہے۔ ماشاء اللہ پڑھی لکھی سمجھدار لڑکی ہے' اتنی بڑی فرم میں جاب کررہی ہے اور کیا چاہیے۔" سلیم احمد اپنی دھن میں بولے۔

"میرا مطلب اس کی شادی سے ہے بھائی۔ نصیب سے اچھا رشتہ مل جائے تو اس کی شادی کردوں۔" ثریا کی وضاحت پر اس نے پہلو بدلا تھا۔

"ہوجائے گی شادی بھی۔ جب اللہ کو منظور ہوگا۔ تم فکر نہ کیا کرو۔" سلیم احمد نے تسلی دی پھر چائے کا آخری سپ لے کر کپ ان کی طرف بڑھا دیا جسے لے کر وہ چلی گئیں تو جاذب فوراً ہمت باندھ کر بولا۔

"ابو! ایک بات کہنی تھی۔"

"ہاں......" سلیم احمد سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگے۔

"وہ امی نے صبا کے رشتے کے لیے کتنے لوگوں سے کہہ رکھا ہے' مجھے اچھا نہیں لگتا۔" اس نے کہا تو سلیم احمد حیران ہوئے۔

"کیوں' اس میں کیا برائی ہے۔ رشتے اسی طرح ہوتے ہیں۔"

"وہ تو ہوتے ہیں' میرا مطلب ہے باہر کیوں رشتہ ڈھونڈا

جا رہا ہے۔ میں شادی کرنا چاہتا ہوں صبا سے۔'' وہ ایک دم کہہ گیا۔

''او......'' سلیم احمد سوچ میں پڑ گئے تو وہ انہیں پکار کر پوچھنے لگا۔

''ابوآپ کو تو اعتراض نہیں ہے ناں؟''

''بیٹا میرا اعتراض کرنا نہ کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ ساری بات تمہاری ماں کی ہے۔ تمہیں پتا ہے اس کے سامنے میں بھی کچھ نہیں بول سکتا۔'' سلیم احمد نے اپنی کمزوری کا اعتراف کرکے اسے مایوس کردیا تھا۔

''لیکن ابوآپ امی سے کہہ کر تو دیکھیں بلکہ انہیں منانے کی کوشش بھی کریں۔''

''کروں گا ضرور کوشش لیکن تم سن لو ہوگا وہی جو تمہاری ماں چاہے گی۔ ویسے چاہتا تو میں بھی یہی ہوں کہ صبا اسی گھر میں رہ جائے۔ اب دیکھو اللہ کو کیا منظور ہوتا ہے۔'' سلیم احمد نے اپنی خواہش ظاہر کرکے اسے مایوسی سے نکال لیا تھا۔

O......O......O

وہ آئینے کے سامنے کھڑی جلدی جلدی اپنے بالوں میں برش کررہی تھی کہ عقب سے جاذب آئینے میں اسے دیکھ کر شرارت سے گنگنانے لگا۔

''تالے لمی تے نالے کالی۔

وہ جھٹکے سے اس کی طرف مڑی تھی۔

''اگر تمہارا اشارہ میری طرف ہے تو فوراً اپنی آنکھیں ٹیسٹ کراؤ کیونکہ میں کہیں سے بھی کالی نہیں ہوں۔''

''ہاہاہا...... جاذب کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ ''یہ کہیں سے بھی میری سمجھ میں نہیں آیا ذرا وضاحت کروگی۔''

''میرے پاس فالتو وقت نہیں ہے اور یہ وضاحتیں تم اپنی اماں سے مانگا کرو ان کی سامنے تو جی امی' اچھا امی' سعادت مندی کے سارے ریکارڈ توڑ دیتے ہو۔'' اس نے سلگ کر اس کی نقل بھی اتاری تھی۔

''یہ تم ہر وقت کاٹ کھانے کو کیوں دوڑتی ہو۔ کبھی پیار سے بھی بات کرلیا کرو۔ ایمان سے ترس گیا ہوں تمہارا وہ شہد جیسا لہجہ یاد آتا ہے تو کلیجہ منہ کو آتا ہے۔'' وہ بڑے موڈ میں تھا۔ آخر میں آہ بھر کر بولا۔ ''کیوں اتنی کڑوی ہوگئی ہو تم؟''

''وقت...... حالات۔'' وہ تلخ ہوئی۔

''کیا ہوا ہے سب کچھ ویسا ہی تو ہے۔ کچھ نہیں بدلا۔ صرف تم بدلی ہو۔''

صبا نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا پھر سر جھٹک کر اپنا پرس اٹھایا اور تیز قدموں سے باہر نکل آئی اور اس سے پہلے کہ جاذب گاڑی لے کر اس کے پیچھے آتا وہ رکشہ میں بیٹھ گئی تھی۔ گو کہ وہ کنوینس کی یہ عیاشی افورڈ نہیں کرسکتی تھی لیکن ابھی وہ اس سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ شاید اس کا رویہ اس کے اندر اتنی ہمت پیدا کردے کہ وہ راحیلہ خاتون سے بات کرسکے' یہی سوچ کر وہ خود پر بھی جبر کررہی تھی' جس سے اس کا کسی کام میں دل ہی نہیں لگ رہا تھا۔ اس وقت وہ بنٹی کی باتیں سنتے ہوئے بور ہوگئی تو اس سے کہنے لگی۔

''سنو' تم اگر بور ہوتے ہو تو اپنے پاپا کے ساتھ آفس آجایا کرو۔''

''ایک دو بار گیا تھا۔'' بنٹی نے منہ بنا کر کہا۔

''پھر اچھا نہیں لگا۔''

''نہیں آفس تو اچھا ہے لیکن لوگوں کا بی ہیور مجھے اچھا نہیں لگا۔ یوں دیکھ رہے تھے جیسے میں کسی اور دنیا کی مخلوق ہوں۔'' بنٹی کی بات پر وہ بے ساختہ بولی تھی۔

''ایسا کیوں؟''

''پتا نہیں...... شاید اس کی وجہ سے۔'' بنٹی نے وہیل چیئر پر ہاتھ مارا تو وہ سنبھل کر کہنے لگی۔

''یہ کوئی انوکھی چیز تو نہیں ہے' اصل میں تم بہت حساس ہو۔ کوئی بے دھیانی میں بھی تمہاری طرف دیکھتا ہوگا تو تمہیں یہی لگتا ہوگا کہ لوگ افسوس کررہے ہیں یا ترس کھا رہے ہیں اور اگر فرض کرو ایسا ہو بھی تو تمہیں پروا نہیں کرنی چاہیے۔''

''اگر آپ میری جگہ ہوتیں تو آپ کو پتا چلتا۔'' بنٹی کی بات اس کے دل پر لگی تھی۔ وہ ایک دم خاموش ہوگئی۔ اسے لگا جیسے دنیا میں کہیں سکھ ہے ہی نہیں۔ بس دکھ ہی دکھ...... دل پر عجیب سا بوجھ آن پڑا تھا کہ پھر آفس میں بھی وہ کوئی کام نہیں کرسکی اور وقت سے پہلے ہی باس سے کہہ کر آفس سے نکل

آئی اور ابھی اسٹاپ پر پہنچی تھی کہ جاذب نے اس کے قریب گاڑی کو بریک لگائے تھے۔
''یا اللہ.....'' اس نے سر اونچا کر کے دور تک پھیلے آسمان کو دیکھا پھر خود ہی گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی تو جاذب نے فوراً گاڑی آگے بڑھا دی۔ وہ خاموش تھی تو جاذب بھی کچھ نہیں بولا۔ اسی خاموشی سے دونوں ریسٹورنٹ میں داخل ہوئے تھے۔
''میں دوپہر میں تمہیں فون کررہا تھا لیکن تمہارا اسیل آف تھا۔'' جاذب نے بیٹھتے ہی پہلی بات کی۔
''ہاں، میں باس کے ساتھ میٹنگ میں تھی۔'' اس نے جھوٹ بولا۔
''اچھا..... کیسے ہیں تمہارے باس۔ آئی مین ان کی ایج؟'' جاذب نے پوچھا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔
''کیوں، یہ تم کیوں پوچھ رہے ہو؟''
''یونہی.....'' جاذب نے انجان بن کر کندھے اچکائے۔
''یونہی تو میں نہیں بتاؤں گی۔''
''تمہاری مرضی۔'' جاذب نے پھر کندھے اچکائے تو اس نے ادھر ادھر دیکھا پھر چائے کا کپ اٹھا کر بولی۔
''جلدی چائے پیو اور چلو۔ امی پریشان ہورہی ہوں گی۔''
''فکر مت کرو۔ میں نے انہیں فون کردیا تھا۔'' وہ گویا پوری پلاننگ سے آیا تھا۔
''فون تو میں بھی کرسکتی ہوں لیکن وہ اکیلی ہوں گی۔'' اس نے احساس دلایا تو وہ یونہی بولا۔
''ہاں، امی اور نگار بھی تو نہیں ہیں۔''
''سنو..... وہ چائے کا سپ لے کر بولی۔ ''اگر نگار اور مامی جی ہوتیں تو ہم یہاں نہ بیٹھے ہوتے۔''
''اب تم فضول باتیں شروع کردو۔'' وہ خفا سا ہوا۔
''سچ فضول ہی لگتا ہے۔''
''بہرحال میں نے سوچ لیا ہے کہ امی کے آتے ہی میں ان سے اپنی اور تمہاری شادی کی بات کروں گا۔ تمہیں میرا اعتبار کرنا چاہیے۔'' اس نے کہا تو وہ گہری سانس کھینچ کر بولی۔
''اعتبار کیا ہے جب ہی تو تمہارے ساتھ آئی ہوں۔''

O.....O.....O

محسن نے ٹھیک کہا تھا چچا جان زیادہ دن یہاں نہیں رہیں گے۔ دوسرے دن ہی بلال احمد کے لیے اپنا گھر لینا کوئی بڑی بات نہیں تھی چاہتے تو کہیں بھی کھڑے کھڑے گھر خرید سکتے تھے اور شاید وہ ایسا ہی چاہتے تھے لیکن جلال احمد نے سمجھایا کہ پہلے اپنا بزنس سیٹ کرلیں اس کے بعد اطمینان سے گھر خریدیں، یوں بلال احمد اپنا بزنس سیٹ کرنے میں لگ گئے اور وہ گو کہ اپنے طور پر فیصلہ کرچکی تھی کہ ان کے ساتھ نہیں جائے گی لیکن یہ بھی جانتی تھی کہ اگر بلال احمد نے اپنے ساتھ چلنے کو کہا تو وہ انکار بھی نہیں کرسکے گی اس لیے فی الحال ان کے یہیں رہنے پر قدرے مطمئن ہوگئی تھی۔
اس کے معمولات وہی تھے۔ بس کسی کسی وقت مریم کو کمپنی دیتی تھی۔ مریم فطرتاً کم گو تھی جتنی دیر وہ اس کے پاس بیٹھتی تو وہی بولتی مریم خاموش رہتی تھی۔ وہ حد درجہ تنہائی کا شکار لگتی تھی۔ جبکہ لبنیٰ آنٹی مزاجاً اچھی خاتون تھیں۔ اس کے ساتھ بھی دوستانہ ماحول اور نرمی سے بات کرتی تھیں۔ بس ان کی ایک عادت جو اس نے ابھی تک تو محسوس نہیں کی تھی اور اگر محسوس کی بھی تھی تو برا نہیں مانا تھا وہ ان کا ہر بات میں ٹوکنا تھا، خود جینز پہنتیں اور اسے دوپٹہ ڈھنگ سے اوڑھنے کو کہتی۔ غالباً ان کا شمار ان لوگوں میں تھا جو دوسروں پر فتوے لگانا اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں۔ اس وقت وہ ششدر رہ گئی جب وہ اسے سمجھاتے ہوئے کہنے لگیں۔
''محسن تمہارا عم زاد ہے نشاء وہ تمہارے لیے نامحرم ہے اور تمہارا اکیلے اس کے کمرے میں جانا اچھی بات نہیں۔''
''یہ آپ کیسی باتیں کررہی ہیں آنٹی۔'' وہ تاسف سے بولی۔
''میں غلط نہیں کہہ رہی۔ تم میری نیت پر شک مت کرو۔'' لبنیٰ نے اسی نرمی سے کہا تو وہ دکھ سے گویا ہوئی۔
''میں آپ کی نیت پر شبہ نہیں کررہی آنٹی لیکن یہ بھی تو

اردو ادب کا روشن ستارہ
رفعت سراج
اپنے سلسلے وار ناول
چراغِ خانہ
کے ہمراہ آنچل محفل کی شان بڑھانے آرہی ہیں
ہمیشہ کی طرح اچھوتے موضوع پر قلم بند کرتی رفعت سراج اس بار بھی
حالات کی ستائی لڑکی کو اس کی منزل تک کیسے پہنچاتی ہیں
یہ جاننے کے لیے زیادہ نہیں بس تھوڑا انتظار
کیونکہ بہت جلد ماہنامہ آنچل میں آرہا ہے چراغ خانہ
آپ بہنوں کی پرزور فرمائش پر
جلد ماہنامہ آنچل کے صفحات پر پڑھیں

دیکھیں کہ میں شروع سے یہاں رہی ہوں' تایا ابو اور تائی امی نے مجھے ماں باپ کی طرح پالا ہے اور مونی...... "اس کی آواز حلق میں دب گئی۔

"یہ سب ٹھیک ہے لیکن......"

"بس کریں آنٹی میں مونی سے غافل نہیں ہو سکتی' وہ ان کی بات کاٹ کر بولی اور تیزی سے سیڑھیاں چڑھ گئی اور محسن کے کمرے میں داخل ہوئی تو خاصی مضمحل تھی۔

"کیا بات ہے کچھ پریشان ہو؟" محسن نے اس کا چہرہ دیکھتے ہی پوچھا۔

"نہیں تو......" وہ موڑھا کھینچ کر بیٹھی اور اپنے ناخن دیکھنے لگی۔

"آنٹی سے لڑائی ہوئی ہے؟" محسن نے پوچھا تو اس نے ایک دم سر اونچا کیا' جس پر وہ ہنس پڑا۔

"بھئی اس تمام عرصے میں تمہاری مجھ سے یا امی سے تو لڑائی ہوئی نہیں' اس لیے مجھے لینی آنٹی کا نام لینا پڑا۔"

"لیکن میری ان سے لڑائی نہیں ہوئی۔" اسے کہنا پڑا۔

"لیکن ان کی کوئی بات بری ضرور لگی ہے۔ تم نہ بتانا چاہو الگ بات ہے ورنہ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ایسی ہی کوئی بات ہے۔" محسن نے بغور اسے دیکھا اور اس کے خاموش رہنے پر کہنے لگا۔

"سنو' تمہارا اور ان کا رشتہ ہی ایسا ہے اور ابھی تو ابتدا ہے آئندہ اور بہت ساری باتیں ہو سکتی ہیں لہٰذا میرا مشورہ یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو نظر انداز کر دیا کرو ورنہ جتنا زیادہ محسوس کرو گی اتنی ہی تکلیف بڑھے گی۔" نشاء کا دل چاہا صاف بات بتا کر پھر اس سے پوچھے کہ یہ بات نظر انداز کر دینے والی ہے لیکن اس کی دل آزاری کے خیال سے سر جھٹک کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"چائے پیو گے؟"

"اگر تم پیو گی تو لے آؤ۔" اس نے کہا تو وہ سر ہلا کر کمرے سے نکل آئی۔ پھر کچھ دیر بعد چائے لے کر آئی تو وہ ادھر سے ادھر ٹہل رہا تھا۔ اس کے ہاتھ سے مگ لیا' تب بھی بیٹھا نہیں یونہی ٹہل ٹہل کر چائے پینے لگا۔ وہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر اس کے بیڈ کے پاس جو کرسی رکھی تھی وہاں جا بیٹھی۔

"امی کیا کر رہی ہیں؟" وہ رک کر پوچھنے لگا۔

"نماز پڑھ رہی ہیں۔ اب پلیز تم بیٹھ جاؤ تھک جاؤ گے۔"

"میں تو پہلے ہی تھکا ہارا انسان ہوں مزید کیا تھکوں گا۔" وہ خالی مگ ٹیبل پر رکھ کر اپنی جگہ پر آ کر بیٹھا تو کہنے لگا۔

"پتا ہے نشاء' کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے کہ میں ہر وہ کام کروں' جس کے لیے مجھے سختی سے منع کیا گیا ہے۔"

"مثلاً' وہ ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ ٹکا کر پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"کبھی میرا دل چاہتا ہے میں خوب تیز بھاگوں' اتنا تیز کہ ساری تیز رفتار چیزوں کو پیچھے چھوڑتا جاؤں' کوئی آواز کوئی پکار مجھ تک نہ پہنچے۔" سامنے دیوار پر نظریں جمائے وہ یاس بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"اور کبھی دل چاہتا ہے میں سگریٹ سلگا کر اتنا گہرا اور طویل کش لوں کہ میرے اندر باہر ہر طرف دھواں ہی دھواں پھیل جائے۔"

"بس کرو مونی۔" وہ جھرجھری لے کر بولی۔ "جانتے ہو سگریٹ پینے سے تمہاری کیا حالت ہوگی تھی۔"

"ہاں۔" وہ اطمینان سے بولا۔ "کھانسی کا شدید دورہ پھر میری سانس سینے میں دب کر رہ جائے گی اور اگر اسی حالت میں میری موت لکھی ہوگی تو مر جاؤں گا۔"

"خدا کے لیے مونی مت کرو ایسی باتیں۔" وہ روہانسی ہوئی۔

"ایک دن تو ایسا ہونا ہی ہے۔ چاہے میں تیز نہ بھاگوں' سگریٹ نہ پیوں تب بھی۔"

"نہیں' ایسا نہیں ہوگا۔ تم بہت جلدی ٹھیک ہو جاؤ گے اور اب تم دوا پینے کے لیے تیار ہو جاؤ۔" وہ اٹھنے کو تھی کہ بلال احمد اسے پکارتے ہوئے وہیں آ گئے۔

"آیئے چچا جان۔" محسن اٹھنے لگا کہ انہوں نے روک دیا۔

"بیٹھے رہو بیٹا' کیسے ہو۔" انہوں نے محسن کو بیٹھے رہنے

کا اشارہ کیا پھر اس سے مخاطب ہوئے۔
"تم یہاں کیا کررہی ہو؟"
"جی......" وہ واقعی حیران ہوئی کیونکہ اب سے پہلے تو کسی نے کبھی ایسی بات نہیں کی تھی۔
"چلو مریم تمہارا انتظار کررہی ہے۔" بلال احمد نے گویا حکم سنایا۔ انداز ایسا تھا جیسے انکار سنتے ہی بھڑک اٹھیں گے اور وہ محسن کا خیال کر کے اٹھ کھڑی ہوئی۔
"آپ چلیں ابو۔ میں مونی کو دوا دے کر آتی ہوں۔"
"دوا میں خود لے لوں گا تم جاؤ۔" محسن اس سے زیادہ حساس تھا بلال احمد کا ناگوار لہجہ فوراً محسوس کر گیا۔
"تمہیں تو پتا ہی نہیں ہے، کون سی دوا کتنی ہے۔ میں دیتی ہوں۔" وہ میز کی طرف بڑھ گئی۔ بلال احمد نے اسے کپ میں دوا ڈالتے ہوئے دیکھا پھر اسے جلدی آنے کی تاکید کرتے ہوئے کمرے سے نکل گئے۔
"لو مونی۔" اس نے کپ محسن کے سامنے کیا تو کچھ کہے بغیر کپ اس کے ہاتھ سے لے کر دوا حلق میں اتاری اور کپ اس کے ہاتھ میں تھما کر لیٹتے ہی بولا۔
"لائٹ آف کرتی جانا۔"
"مونی......" وہ بلال احمد کے سمجھ میں نہ آنے والے رویے کی معافی مانگنا چاہتی تھی لیکن محسن نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا تو وہ لائٹ آف کر کے کمرے سے نکل آئی۔ اس کا خیال تھا بلال احمد اب لبنیٰ کی زبان بولتے ہوئے اسے پتا نہیں کیا سمجھانے کی کوشش کریں گے لیکن وہ اپنے بیڈروم میں جاچکے تھے۔ وہ شکر کرتے ہوئے اپنے کمرے میں آئی تو مریم سو چکی تھی۔ وہ اس کے برابر لیٹ گئی۔ اسے نیند نہیں آرہی تھی لبنیٰ آنٹی اور اب بلال احمد کا رویہ اس کے سامنے سوالیہ نشان بن گیا تھا۔

O......O......O

"وعدہ کرو نشاء میرے جانے کے بعد محسن کا خیال رکھو گی۔ خاص طور سے دوا کی طرف سے کبھی بے پروائی نہ ہو۔" اس شخص نے کہا تھا جو اس کے کومل جذبوں کو چھیڑنے اور بیدار کرنے کا ذمہ دار تھا اور جس کے حوالے سے وہ اب تک کتنے خواب سجا چکی تھی۔ وہ جانتی تھی اس کے خوابوں کو تعبیر دینے سے پہلے وہ یہ ضرور پوچھے گا۔ تم نے محسن کا کتنا خیال رکھا اور وہ کہے گی اپنے آپ سے بڑھ کر، حقیقت بھی یہی تھی کہ وہ اب تک محسن کی طرف سے غافل نہیں ہوئی تھی لیکن اب جان بوجھ کر اسے غافل کیا جارہا تھا۔ یعنی وہ جب اس کے کمرے میں جانے لگتی، لبنیٰ راہ میں حائل ہوجاتی، کسی نہ کسی کام کے بہانے روک لیتی، وہ اکثر رک جاتی لیکن اگر محسن کی دوا کا وقت ہوتا تو وہ سہولت سے کہہ دیتی۔
"میں مونی کو دوا دے آؤں پھر آتی ہوں۔" اور وہ محسن کو دوا دے کر فوراً آ بھی جاتی تھی لیکن لبنیٰ کو پتا نہیں کیوں یہ بات سخت ناگوار گزرتی تھی کہ وہ اس بیمار شخص کو اتنی اہمیت دیتی ہے اور اس بات کو اس نے انا کا مسئلہ بنالیا تھا۔ شروع میں خود ٹوکا کہ محسن اس کا مسئلہ نہیں ہے جب اس نے اس کی بات پر کوئی توجہ نہیں دی تو غالباً اس نے بلال احمد سے کوئی ایسی بات کہی ہوگی جب ہی اس روز وہ اس سے کہنے لگے۔
"بیٹا محسن کو اپنا محتاج مت بناؤ۔ اسے خود بھی ہاتھ پاؤں چلانے دو ورنہ وہ زندگی بھر دوسروں کا سہارا ڈھونڈتا رہے گا اور بیٹا تم کب تک اس کا ساتھ دو گی، ویسے بھی کچھ دنوں بعد ہم نئے گھر میں شفٹ ہونے والے ہیں۔ وہاں سے تم صبح شام اسے دوا دینے نہیں آسکو گی۔"
ان کی باتیں غلط نہیں تھیں لیکن بعد از وقت اگر یہی باتیں اسے پہلے سمجھائی جاتیں تو وہ یقیناً محسن کو خود اپنے آپ پر بھروسا کرنا سکھاتی۔ اب بھی وہ ایسا کرسکتی تھی لیکن اس کے لیے کچھ وقت چاہیے تھا جبکہ بلال احمد کچھ دنوں بعد نئے گھر جانے کی بات کررہے تھے۔ وہ خاموش نہیں رہ سکی۔
"ابو آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ مونی میرا محتاج نہیں ہے۔ وہ جب بہتر حالت میں ہوتا ہے تو اپنا کام خود کرتا ہے، دوسری صورت میں بھی کوئی خاص طور سے مجھ سے نہیں کہتا۔ میں خود اپنی خوشی سے اس کے کام کرتی ہوں، کیونکہ یہ میرا فرض ہے، تایا ابو اور تائی امی نے جو کچھ میرے لیے کیا وہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے لیے ماں اور باپ وہی ہیں اور بیٹی ہونے کے ناتے کیا یہ میرا فرض نہیں بنتا کہ میں جب

کچھ کرنے کے قابل ہوئی ہوں تو ان کے کچھ کام کرسکوں۔ آخر انہوں نے بھی تو میرے لیے کیا ہے۔ میں کتنی سی تھی جب آپ نے مجھے ان کی گود میں ڈالا تھا۔" بلال احمد ذرا سا مسکرائے تو وہ حوصلہ پاکر کہنے لگی۔

"مجھے آپ سے یا کسی سے بھی کوئی گلہ نہیں' میں تو بس اتنا چاہتی ہوں کہ جس طرح انہوں نے ماں باپ بن کر میری پرورش کی اس طرح میں بھی بیٹی ہونے کا حق ادا کروں اور میں آپ سے یہ بھی کہوں گی کہ مجھے یہاں سے لے جانے کا سوچنے سے پہلے آپ تایا ابو سے ضرور پوچھ لیں' اگر وہ خوشی سے اجازت دیں تو ٹھیک ورنہ آپ مجھے یہیں رہنے دیجیے گا۔"

"اوکے بیٹا' اوکے۔" بلال احمد نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا پھر کہنے لگے۔ "مجھے تمہارے یہاں رہنے پر کوئی اعتراض نہیں اور میرا خیال ہے بھائی جان بھی خوشی سے تمہیں یہاں سے جانے کی اجازت نہیں دیں گے۔"

"جی۔" اس نے سر ہلایا۔

"چلو اگر تم یہیں خوش ہو تو ٹھیک ہے۔"

"تھینک یو ابو۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ "میں اب جاؤں۔"

"محسن کی دوا کا وقت ہوگیا ہے۔ بلال احمد کے ہلکے پھلکے مذاق پر وہ ہنس پڑی۔ پھر محسن کو دوا دے کر اپنے کمرے میں آئی تو مریم گھٹنوں کے گرد بازو لئے جانے کن سوچوں میں گم تھی۔ وہ قصداً اس کے سامنے دھم سے بیٹھی تو مریم چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"ہر وقت کن سوچوں میں گم رہتی ہو؟" اس نے ٹوکا تو مریم نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"لگتا ہے تمہیں یہاں آکر اچھا نہیں لگا۔ اکیلی کمرے میں بیٹھی رہتی ہو کسی سے بات بھی نہیں کرتی۔" اس نے کہا تو مریم سادگی سے بولی۔

"مجھے عادت ہوگئی ہے اکیلے رہنے کی۔"

"تو بدلو اپنی عادت۔ اب تو تم اکیلی نہیں ہو۔ ایسا کرو مجھ سے دوستی کرلو اور اپنی ساری باتیں میرے ساتھ شیئر کیا کرو۔" وہ خلوص سے بولی تھی۔

"محسن بھائی کو کیا ہوا ہے؟" یہ اس کی بات کا جواب نہیں تھا۔

"اب کیا بتاؤں کہ کیا ہوا ہے لمبی کہانی ہے پھر کبھی سناؤں گی۔ اب سو جاؤ مجھے بھی نیند آرہی ہے۔" وہ مریم کا گال تھپک کر لیٹ گئی لیکن پھر اچانک خیال آیا کہ اس نے محسن کے کمرے کی کھڑکی تو بند کی نہیں' اور ان دنوں ہوا میں خاصی نمی تھی جو محسن کے لیے نقصان دہ تھی۔ اس لیے وہ فوراً اٹھ کر بھاگی تھی اور جب ہر طرف سے اپنا اطمینان کرکے وہ محسن کے کمرے سے نکل کر رہی تھی تب لابی میں لبنیٰ اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی اور ایسی مشکوک نظروں سے اسے دیکھنے لگی کہ وہ اندر تک کانپ گئی تھی۔

"تم اتنی رات کو محسن کے کمرے میں کیا کرنے گئی تھی؟" لبنیٰ کا چبھتا ہوا لہجہ اسے چھلنی کرگیا۔

"و...... وہ آنٹی مونی کے کمرے کی کھڑکی کھلی رہ گئی تھی۔"

"تو......؟"

"آپ کو نہیں پتا آنٹی نم ہوا مونی کے لیے کتنی نقصان دہ ہے۔ آپ پلیز کچھ غلط نہ سوچیں' مونی میرا بھائی ہے۔" وہ کہہ کر تیزی سے اس کے قریب سے نکل کر اپنے کمرے میں آئی تو اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔

O......O......O

ٹیلی فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ صبا جانے کہاں اور کیا کررہی تھی۔ ثریا نے سالن کی پتیلی میں تھوڑا سا پانی ڈال کر چولہا آہستہ کیا اور دوپٹے کے پلو سے ہاتھ پونچھتے ہوئے ریسیور اٹھالیا۔

"ہیلو۔"

"کون ثریا بول رہی ہو؟" دوسری طرف راحیلہ خاتون تھیں۔

"جی بھابی' السلام علیکم! کیسی ہیں آپ اور آپ کے بہنوئی کی طبیعت اب کیسی ہے؟" ثریا نے سنبھل کر حال احوال کے ساتھ پوچھا۔

"ابھی میرے بہنوئی ہاسپٹل میں ہی ہیں' گھر آجائیں

گے تب میں واپسی کا سوچوں گی۔'' راحیلہ خاتون نے کہا۔

''جی جیسے آپ کو مناسب لگے۔'' ثریا یہی کہہ سکتی تھیں۔

''اور ہاں ابھی میں نے یہ بتانے کے لئے تمہیں فون کیا ہے کہ میرا بھانجا ہے عابد ماشاء اللہ انجینئر ہے اچھا کماتا ہے میں نے صبا کے لئے بات کی ہے۔'' راحیلہ خاتون کو وہاں بھی چین نہیں تھا ثریا پریشان ہوگئیں۔

''میری بہن تو نگار کے لیے کہہ رہی تھی لیکن میں پہلے صبا کی شادی کرنا چاہتی ہوں ورنہ لوگ کہیں گے میاں کی بھانجی تھی ناں اس لیے اس کا خیال نہیں کیا۔'' راحیلہ خاتون نے احسان کرتے ہوئے کہا تو ثریا جز بز ہو کر بولیں۔

''لوگ تو ہر حال میں کچھ نہ کچھ کہتے ہی ہیں بھابی آپ لوگوں کی پروا نہ کریں۔''

''لو تم بھی نیا سبق پڑھا رہی ہو لوگوں کی پروا نہ کروں تو گھر میں جو دو جوان لڑکیاں ہیں انہیں کون بیاہنے آئے گا۔ خیر تم صبا کو بتا دینا لڑکا انجینئر ہے۔ میں اس کی بات پکی کر کے آؤں گی۔'' راحیلہ خاتون نے اپنا فیصلہ سنا کر فون بند کر دیا تھا۔

ثریا صرف پریشان ہی ہو سکتی تھی۔ اس کے پاس اختلاف کا حق نہیں تھا۔ جب ہی مرے مرے قدموں سے کمرے میں آئی تھی۔ صبا اپنا سوٹ پریس کر رہی تھی۔ ثریا کچھ دیر اسے خالی خالی نظروں سے دیکھتی رہی پھر خود پر قابو پا کر پوچھنے لگیں۔

''کہیں جا رہی ہو؟''

''ابھی تو نہیں جاذب نے کہا تھا شام میں......'' صبا اپنے کام میں مصروف رہ کر بول رہی تھی کہ اس نے ٹوک دیا۔

''جاذب کے ساتھ تم کہیں نہیں جاؤ گی۔''

''جی......'' صبا نے نا سمجھنے کے انداز میں اسے دیکھا تو وہ ضبط سے کہنے لگیں۔

''ہاں جاذب کا خیال چھوڑ دو کیونکہ اس کے ماں باپ کو تمہارا خیال نہیں ہے۔ انہیں بس یہ فکر ہے کہ تم جلد سے جلد یہاں سے رخصت ہو جاؤ۔''

''جانتی ہوں لیکن جاذب تو ایسا نہیں چاہتا اور وہ اپنے ماں باپ کو منا لے گا۔'' صبا کے یقین پر ثریا نفی میں سر ہلانے لگیں۔

''مجھے نہیں امید۔''

''مجھے ہے۔'' صبا فوراً بولی۔ ''کیونکہ یہ دو چار دن کا نہیں پوری زندگی کا معاملہ ہے۔ جاذب خواہ کتنا مامی جی سے دبتا ہو اپنی زندگی کا اہم فیصلہ صرف ان کی مرضی پر نہیں چھوڑ سکتا۔ وہ ضرور آواز اٹھائے گا۔''

''یہ تم سے جاذب نے کہا ہے؟'' ثریا کو یقین نہیں تھا۔

''جی اور اس نے وعدہ کیا ہے کہ مامی جی کے آتے ہی ان سے بات کرے گا۔''

''وہ کیا بات کرے گا وہاں تمہاری مامی جی اپنے بھانجے سے تمہارا رشتہ طے کر رہی ہیں۔'' ثریا کو اپنی بیٹی کی امیدوں پر پانی پھیرتے دکھ ہوا تھا۔

''مامی جی کو وہاں بھی چین نہیں۔'' صبا نے زور سے استری پٹخی۔ ''میری طرف سے صاف انکار ہے۔ اور آپ بھی سن لیں امی بے شک میری شادی جاذب سے نہ ہو ساری عمر کنواری بیٹھی رہوں مامی جی کے کہنے پر ہرگز ہرگز شادی نہیں کروں گی۔ سمجھیں آپ۔'' صبا پاؤں پٹختی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔ ثریا مزید پریشان ہوگئی۔ صبا کی ضدی طبیعت سے واقف تھی۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اسے کیسے سمجھائے۔ اس سوچ میں کھڑی تھی کہ سلیم احمد کی آواز سن کر وہ جلدی سے کچن میں آ گئی اور چائے بنا کر ان کے کمرے میں لے آئی۔

''جاذب آ گیا؟'' سلیم احمد نے ان کے ہاتھ سے چائے کا کپ لیتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں بھائی ابھی تو نہیں آیا البتہ کچھ دیر پہلے بھابی کا فون آیا تھا۔'' انہوں نے بتایا تو سلیم احمد چائے کا سپ لے کر پوچھنے لگے۔

''اچھا کیا کہہ رہی تھیں؟''

''بس خیریت اور...... وہ......'' وہ رک گئی تو سلیم احمد سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

''کیا وہ......؟''

"وہ بھابی اپنے بھانجے کا ذکر کررہی تھیں کہہ رہی تھیں صبا کے لیے بات کی ہے۔" ثریا نے جھجک کر بتایا تو سلیم احمد افسوس سے گویا ہوئے۔

"اب میں کیا کہوں اس عورت نے صبا کی شادی کو ہوا بنا لیا ہے۔ جہاں جاتی ہے وہیں بات چھیڑ دیتی ہے جبکہ لڑکا گھر میں موجود ہے۔"

"جی؟" ثریا چونکی تھیں۔

"تو اور کیا تمہاری بھاوج فکر کرے تو نگار کی کرے صبا کا تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میری بھی یہی خواہش ہے کہ صبا اس گھر میں رہے اور جاذب نے بھی مجھ سے کہا ہے۔ ایسا ہوجائے تو اچھا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟" سلیم احمد نے آخر میں اسے دیکھا تو وہ اپنی خوشی چھپا نہیں سکی۔

"جی بھائی بچوں کی خوشی میری خوشی ہے۔ اور سچ پوچھیں تو یہ میری بھی دلی خواہش ہے۔"

"ہوں سب کی خوشی اسی میں ہے۔ اب دیکھو تمہاری بھاوج کیا کہتی ہیں۔ ویسے میں انہیں منانے کی کوشش کروں گا۔ تم فکر مت کرو مان جائیں گی۔"

"اللہ کرے۔" ثریا نے دل میں دعا کی۔

☆☆☆......

اس نے ثریا سے تو کہہ دیا تھا کہ وہ مامی جی کے کہنے پر ہرگز شادی نہیں کرے گی لیکن خود پریشان بھی ہوگئی تھی کیونکہ وہ اکیلی اس عورت سے نہیں لڑسکتی تھی جو جانے کیوں اس سے اتنا خار کھاتی تھیں۔ حالانکہ وہ انہی کے سامنے اسی گھر میں پروان چڑھی تھی۔ بندہ کوئی جانور بھی پالتا ہے تو اس سے مانوس ہوجاتا ہے وہ تو پھر انسان تھی اور شروع میں تو وہ ہمیشہ راحیلہ خاتون کی ہر بات مانتی تھی ان کے کام بھی بلا چوں چرا کیا کرتی تھی پھر بھی ان کے دل میں جگہ نہیں بناسکی بلکہ راحیلہ خاتون اسے اپنے دل تو کیا گھر میں بھی جگہ دینے کو تیار نہیں تھیں۔ جیسے جیسے اسے یہ بات سمجھ آتی گئی وہ بھی نہ صرف ان سے اکھڑ گئی بلکہ ان سے ضد بھی باندھ لی تھی۔

"لائے ان کا بھانجا بارات سب کے سامنے تماشا بنوادوں گی۔" وہ تلملا تلملا کر برتن پٹخ رہی تھی کہ جاذب کچن کے دروازے میں آکر پوچھنے لگا۔

"تم فون کیوں نہیں اٹھا رہی تھیں؟"

"نہیں اٹھا رہی تھی بس۔" وہ اسے کاٹ کھانے کو دوڑی۔

"الٰہی خیر مزاج برہم لگ رہا ہے کیا ہوا ہے کچن کی گرمی ہے یا......؟"

"فضول باتیں کرنے کی ضرورت نہیں ہے سمجھے۔" وہ دھاڑی۔

"چلو تو کام کی باتیں کرلیتے ہیں لیکن اس کے لیے ماحول خوش گوار ہونا چاہیے۔" جاذب نے فوراً کہا تو وہ دانت پیس کر بولی۔

"ماحول خوش گوار تبھی ہوسکتا ہے جب ایک بات ہو۔ یہاں تو صبح کچھ ہوتا ہے شام کچھ۔"

"کیا مطلب اب کیا نئی بات ہوئی ہے۔" وہ سنجیدہ ہوکر آگے بڑھا۔

"اپنی امی سے پوچھو جو وہاں اپنے بھانجے سے میرا رشتہ طے کررہی ہیں۔" اس نے پھر سلگ کر کہا تو جاذب زچ ہوکر بولا۔

"پاگل ہو تم۔ امی تو بس ایسے ہی۔"

"بس ایسے ہی۔" کسی دن بس ایسے ہی میری قسمت پھوٹ جائے گی۔" وہ غصے میں پھنکاری۔

"تمہاری قسمت صرف میرے ساتھ پھوٹے گی سمجھیں۔ میں ابو سے بات کرچکا ہوں۔" جاذب نے تیز ہوکر کہا تو وہ ایک دم اسے دیکھنے لگی۔

"کیا بات؟"

"بس رہنے دو تمہیں میرا اعتبار نہیں ہے۔" وہ روٹھنے لگا۔

"اب زیادہ اترانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بتاؤ کیا بات ہوئی ہے۔" وہ تیزی سے اس کے قریب آگئی جیسے وہ نہیں بتائے گا تو اس پر جھپٹ پڑے گی۔

"یہاں نہیں باہر چلو آئی مین خوب گھومیں پھریں گے باتیں کریں گے۔" جاذب کو موقع مل گیا تھا۔

"نہیں اب میں تمہارے ساتھ کہیں نہیں جاؤں گی۔" وہ اسے دھکیل کر اپنے کمرے میں بند ہوئی تو پھر اگلی صبح ہی نکلی تھی۔ آفس جانے کو بالکل دل نہیں چاہ رہا تھا' وہ چائے کا کپ لے کر لاؤنج میں آ بیٹھی تھی کہ آفس کے لیے نکلتا جاذب اسے بیٹھے دیکھ کر رک گیا۔

"تم اتنے آرام سے بیٹھی ہو..... آفس نہیں جاؤ گی؟"

"نہیں آج موڈ نہیں ہے۔" اس نے بے پروائی سے کہا تو وہ جتا کر بولا۔

"نوکری میں اپنا نہیں باس کا موڈ دیکھنا پڑتا ہے۔"

"پتا ہے' کیا ہوگا' زیادہ سے زیادہ نکال دی جاؤں گی۔" اس نے مزید بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"ہاں تمہیں کون سا گھر چلانے کی فکر ہے' جو نکالے جانے کا خوف ہو۔ یہ جھمیلے تو ہم مردوں کے ساتھ لگے ہوتے ہیں۔" جاذب نے آہ کھینچی تو وہ چڑ کر بولی۔

"بس زیادہ اموشنل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے آج گھر میں کچھ کام ہے جب ہی آفس نہیں جا رہی۔"

"تو یہ بات پہلے بھی کہہ سکتی تھیں۔" جاذب نے جل کر کہا تو وہ قصداً ہنس دی۔

"پھر تمہارے خیالات کا پتا کیسے چلتا۔"

"کون سے خیالات؟" وہ سمجھا نہیں۔

"کیوں؟ ابھی تم نے کہا نہیں کہ یہ جھمیلے تم مردوں کے ساتھ لگے ہوتے ہیں اس کا کیا مطلب ہے یعنی تمہاری نظر میں عورتیں ہر فکر سے آزاد پیدا ہوئی ہیں۔" اس نے کہا تو وہ کندھے اچکا کر بولا۔

"یہ لمبی بحث ہے اور ابھی مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

"ہاں جاؤ' اللہ حافظ۔" اس نے فوراً ہاتھ ہلایا تو وہ جاتے جاتے پلٹا۔

"سنو' شام میں تیار رہنا' باہر چلیں گے۔"

"میں ابھی مامی جی کو فون کرتی ہوں۔" اس نے کہا تو وہ فوراً ہاتھ ہلاتا ہوا چلا گیا' جس پر وہ ہنسی ضرور لیکن آنکھیں بھی نم ہو گئی تھیں۔

O......O......O

"رات محسن بہت دیر تک کھانستا رہا۔" ساجدہ بیگم انتہائی فکرمندی سے کہہ رہی تھیں۔ "میں اس کے کمرے میں گئی بھی لیکن اس نے مجھے بیٹھنے ہی نہیں دیا' بس ایک ہی ضد آپ اپنے کمرے میں جائیں۔"

"ہاں تو تم کیا کر سکتی تھیں۔ پریشان ہی ہوتیں۔" جلال احمد نے کہا تو وہ انہیں دیکھتے ہوئے بولیں۔

"تو کیا اپنے کمرے میں آ کر میں پریشان نہیں ہوئی۔ پوری رات آنکھوں میں کٹ گئی۔ فجر سے کچھ پہلے محسن سویا' تب جا کر میری بھی آنکھ لگی۔ میں تو اس لڑکے کی طرف سے بہت فکرمند رہتی ہوں۔ سوچتی ہوں ہمارے بعد اس کا کیا ہوگا' احسن بھی چلا گیا۔"

"احسن ہمیشہ کے لیے نہیں گیا۔" جلال احمد ان کی آخری بات پر جھنجلا گئے تھے۔

"آ جائے گا' احسن' پھر نشاء ہے۔ ہم سے زیادہ تو وہ محسن کا خیال رکھتی ہے۔"

"ہاں لیکن کب تک' جب اس کی اور احسن کی شادی ہو جائے گی تو کیا اس کے بعد بھی وہ دونوں محسن...... محسن کریں گے۔" ساجدہ بیگم نے اپنے خدشے کو زبان دی تو جلال احمد کچھ دیر سوچنے کے بعد بولے۔

"میرا خیال ہے احسن سے پہلے ہمیں محسن کی شادی کا سوچنا چاہیے۔"

"محسن کی شادی۔" ساجدہ بیگم حیران ہوئیں۔

"کیوں' تم ماں ہو تمہیں محسن کی شادی کا ارمان نہیں ہے۔" جلال احمد نے فوراً ٹوکا تو وہ افسردگی سے بولیں۔

"ارمان کیوں نہیں ہے' لیکن کوئی......"

"بھئی جو اس کی قسمت میں لکھی ہوگی مل جائے گی' تم اب پریشان ہونا چھوڑو۔" جلال احمد نے ان کی بات کاٹ کر تسلی دی۔

"محسن کی حالت دیکھتی ہوں تو دل دکھتا ہے۔" ان کی آواز بھرا گئی۔

"ٹھیک ہو جائے گا۔ شادی کے بعد تو بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔" جلال احمد جانے کیا سوچ کر مطمئن تھے لیکن

ساجدہ بیگم کی فکر کم نہیں ہو رہی تھی۔
"ابھی آپ دیکھیں بلال اگر نشاء کو اپنے ساتھ لے گیا تو ہمارے لیے کتنی مشکل ہوگی۔"
"تم کیا چاہتی ہو؟" جلال احمد نے سوالیہ انہیں دیکھا تو وہ نیک نیتی سے کہنے لگیں۔
"سچ تو یہ ہے کہ میں بلکہ ہم سب نشاء کے اتنے عادی ہوگئے ہیں کہ ایک دن بھی اس کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس لیے میں نہیں چاہتی کہ وہ بلال کے ساتھ جائے۔"
"نہیں جائے گی۔" جلال احمد فوراً کہہ کر وضاحت دینے لگے "میرا مطلب ہے ابھی تو بلال یہیں ہے جب اپنے گھر شفٹ ہوگا تب دیکھیں گے۔"
"لیکن آپ ابھی اس کے کان میں ڈال دیں۔"
"ایسے نہیں بیگم' طریقے سے بات کرنی پڑے گی۔ ویسے میں کچھ اور سوچ بیٹھا ہوں۔" جلال احمد نے کہا تو انہوں نے فوراً پوچھا۔
"کیا؟"
"بتاؤں گا۔ پر وقت آنے پر ہی بتاؤں گا۔"
"ابھی بتانے میں کیا حرج ہے؟"
"حرج تو کوئی نہیں۔ بس تم عورتوں کو کوئی بات آسانی سے ہضم نہیں ہوتی۔ سو مین میخ نکالنے بیٹھ جاتی ہو۔ اس لئے صبر سے کام لو اور نشاء کو قابو میں رکھو۔" جلال احمد کی آخری بات پر وہ ٹھٹک گئیں لیکن اب ان سے کچھ پوچھنا فضول تھا۔ البتہ سوچنے سے باز نہیں آئیں۔ ان کا ذہن الجھ رہا تھا کہ احسن کے نام پر چونک کر جلال احمد کو دیکھنے لگیں۔ وہ سیل فون کان سے لگائے احسن سے بات کر رہے تھے۔
"ہاں احسن' ہاں بیٹا محسن کافی بہتر ہے۔ تم نے جو میڈیسن بھیجی تھیں ان سے کافی فرق پڑا ہے۔" ساجدہ بیگم بیٹے سے بات کرنے کو بے چین ہوگئیں لیکن جلال احمد بولے جا رہے تھے۔
"نہیں تمہارے چچا جان ابھی یہیں ہیں۔ گھر لے لیا ہے دیکھو کب وہاں شفٹ ہوں گے۔"
"ارے نہیں بیٹا نشاء کہاں جائے گی۔ نشاء محسن کو چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔ بہت خیال رکھتی ہے محسن کا۔"
"نہیں...... نہیں تم فکر مت کرو۔ نشاء کہیں نہیں جائے گی۔" "شاید لائن کٹ گئی تھی' جلال احمد نے سیل فون کو دیکھا پھر ساجدہ بیگم کو دیکھ کر کہا۔
"لائن کٹ گئی۔"
"کیسا ہے احسن۔ ٹھیک ہے ناں۔" ساجدہ بیگم نے بے تابی سے پوچھا۔
"ہاں' ماشاءاللہ ٹھیک ہے۔"
"آئے گا کب؟"
"ہیں تم ابھی سے دن گننے لگیں۔" جلال احمد ہنسے تھے۔
"میں تو اس دن سے دن گننے لگی تھی جس دن وہ گیا تھا۔" ساجدہ بیگم نے کہا تو وہ محظوظ ہو کر بولے۔
"پھر تو تمہارے حساب سے اسے اب تک آجانا چاہیے۔" ساجدہ بیگم انہیں دیکھ کر رہ گئیں۔

......☆☆☆......

نشاء کو جلال احمد اور ساجدہ بیگم کے ساتھ بہت ساری باتیں کرنی تھیں۔ اسی غرض سے وہ ان کے پاس آ بیٹھی تھی۔ اور ابھی سوچ ہی رہی تھی بات کہاں سے شروع کرے کہ لبنیٰ اور بلال احمد آ گئے۔
"بھابی جان!" بلال احمد بیٹھتے ہی کہنے لگے۔ "گھر کی تھوڑی بہت سیٹنگ تو ہوگئی ہے' باقی وہیں رہ کر ہو جائے گی۔"
"ان کا مطلب ہے اب آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم اپنے گھر شفٹ ہو جائیں۔" لبنیٰ نے بلال احمد کی بات کو مزید بڑھایا تو ساجدہ بیگم کہنے لگیں۔
"اس میں میری اجازت کی کیا بات ہے۔ اگر تم لوگوں کی یہی خوشی ہے تو ہم سب تمہاری خوشی میں خوش۔"
"لیکن بھابی جان نشاء کو تو ہم آپ کی اجازت کے بغیر نہیں لے جا سکتے۔ اس کے لیے تو جیسا آپ اور بھائی جان کہیں گے' البتہ میری خواہش ہے کہ ابھی نشاء ہمارے ساتھ چلے۔" بلال احمد کی آخری بات پر نشاء نے ایک دم جلال احمد کو دیکھا لیکن وہ فراخدلی سے بولے۔

"ضرور، تمہاری خواہش ہے تو ضرور نشاء کو لے جاؤ' پھر واپس تو اسے یہیں آنا ہے۔" نشاء کا دل ڈوب کر ابھرا تھا اور یقیناً اسے اپنے چہرے پر اترتے رنگوں کا احساس بھی ہوگیا تھا جب ہی وہاں سے اٹھ آئی' اپنے کمرے میں آ کر بیگ میں چند جوڑے کپڑے رکھے پھر محسن کے کمرے میں آ کر اس سے کہنے لگی۔

"مونی' میں ابو جی کے ساتھ جارہی ہوں۔"

"میں جانتا تھا' تم ان کے ساتھ چلی جاؤ گی۔" محسن افسردگی سے مسکرایا۔

"لیکن میں ہمیشہ کے لیے نہیں جارہی۔" وہ فوراً بولی۔ "بس ابو جی کی خواہش ہے کہ میں کچھ دن ان کے ساتھ رہوں۔"

"اچھی بات ہے' ضرور جاؤ تاکہ مجھے بھی کچھ دن دواؤں سے چھٹکارا ملے۔" محسن نے خوش ہوکر کہا۔

"جی نہیں تمہیں مجھ سے وعدہ کرنا پڑے گا' کہ تم دوا پابندی سے لوگے۔"

"میں ایسا کوئی وعدہ نہیں کروں گا۔"

"ٹھیک ہے پھر میں ابو جی کو منع کردیتی ہوں۔" وہ جانے لگی تو محسن اس کے سامنے آ گیا۔

"ایک ہی صورت ممکن ہے پہلے تم وعدہ کرو۔"

"اچھا بابا کیا وعدہ...... وعدہ' دوا میں کبھی ناغہ نہیں ہوگا۔ ویسے اب تمہاری ڈیوٹی ختم ہونے والی ہے کیونکہ احسن بھائی آنے والے ہیں۔" محسن نے وعدے کے ساتھ بتایا تو وہ بے اختیار بولی۔

"کب؟"

"کب......!" وہ سوچتے ہوئے بولا۔ "اگلے مہینے تو ان کے امتحان ہیں اس کے بعد انہوں نے کہا ہے فوراً واپسی کا قصد کریں گے۔"

"اچھا۔" اس نے سر جھکایا تو جلال احمد کی بات یاد آئی۔

"پھر تو اسے یہیں آنا ہے......"

"کیا ہوا؟" محسن نے ٹوکا تو وہ مسکرائی۔

"کچھ نہیں۔ اچھا میں چلوں' ابو جی انتظار کررہے ہوں گے۔"

"پھر کب آؤ گی؟"

"آجاؤں گی...... جلدی ہی۔"

"اچھا چلو اگر چچا جان جانے کے لیے تیار کھڑے ہیں تو میں ان سے مل لوں۔" وہ اس کے ساتھ ہی کمرے سے نکل آیا تو جلال احمد اور بلال احمد برآمدے میں کھڑے تھے' ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر جلال احمد کہنے لگے۔

"بھئی بلال یہ دونوں ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔" جلال احمد کی معنی خیز مسکراہٹ جانے کیا کہہ رہی تھی کہ وہ فوراً محسن کے پاس سے ہٹ کر اندر چلی گئی۔

بلال احمد کا نیا گھر بہت شاندار تھا' اس کے باوجود وہ زیادہ خوش نہیں تھی شاید اس لیے کہ فراغت اور تنہائی ایک ساتھ میسر آگئی تھی اور جب یہ دونوں چیزیں یکجا ہوجائیں تو ذہن آپ ہی آپ مختلف خیالات کی آماجگاہ بن جاتا ہے بس شروع کے چند دن ہی اس کی خلوتوں کو اس شخص کا خیال مہکاتا رہا جو جاتے جاتے اس کے دامن میں انمول کلیاں ڈال گیا تھا' جن کے عوض وہ اپنی ہر سانس اسے دان کر بیٹھی تھی' اس وقت بھی وہ انہی انمول کلیوں کی لڑیاں پرو رہی تھی کہ احسن کا فون آ گیا۔

"کیسی ہو نشاء؟" انہوں نے پوچھا تو خوش گوار احساس میں گھر کر وہ اسی قدر کہہ سکی۔

"آپ؟"

"تمہیں تو لگتا ہے فرصت ہی نہیں ہے' کبھی دل نہیں چاہتا مجھ سے بات کرنے کو۔" انہوں نے ہلکا سا شکوہ کیا۔

"چاہتا ہے۔" وہ جھجک کر بولی۔

"پھر فون کیوں نہیں کرتی؟"

"آپ جو کرلیتے ہیں۔"

"تو تم اسی انتظار میں رہتی ہو۔ خیر نیا گھر مبارک ہو۔" انہوں نے کہا تو وہ اپنے آپ صفائی پیش کرنے لگی۔

"جی وہ ابو جی کی خواہش پر میں ان کے ساتھ آ گئی۔"

"اچھی بات ہے' کچھ وقت تم ان کے ساتھ رہ لو پھر تو......" ان کی شرارت پر بند باندھنے کا ایک ہی طریقہ تھا اس

نے سیل فون آف کردیا تھا۔

O......O......O

بلال احمد چھ مہینے کی نشاء کو ساجدہ بیگم کی گود میں ڈال کر امریکا گئے تو پھر وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ سال بھر بعد ہی انہوں نے وہاں سارہ نامی لڑکی سے شادی کرلی تھی لیکن یہ دوسری شادی بھی انہیں راس نہیں آئی تھی۔ سارہ انہیں ایک بچی کا تحفہ دے کر ملک عدم سدھار گئی اور وہاں کوئی ایسا تو تھا نہیں جو بلال احمد ننھی مریم کو اس کی گود میں ڈال کر خود آزاد ہوجاتے' وہ فطرتاً صرف آزاد ہی نہیں عیاش طبع بھی تھے۔ شادی ان کی ضرورت نہیں تھی لیکن ایک تو سوسائٹی میں اپنا امیج بنانے کی غرض دوسرے مریم کے لیے انہیں تیسری شادی کرنی پڑی تھی۔ لبنیٰ شروع میں ایک گھریلو لڑکی تھی' اگر اس نے مریم کو ممتا نہیں دی تو بالکل نظر انداز بھی نہیں کیا تھا جب تک مریم اسکول جانے والی نہیں ہوگئی لبنیٰ گھر تک ہی محدود رہی بلکہ بلال احمد نے ہی اسے محدود رکھا تھا۔ اس کے بعد وہ اسے کلب' پارٹیز اور خصوصاً بزنس میٹنگز میں اپنے ساتھ لے جانے لگے اور یوں رفتہ رفتہ لبنیٰ بھی ان کے رنگ میں رنگ گئی تو پھر مریم کو انہوں نے بورڈنگ میں ڈال دیا تھا۔

مریم فطرتاً بہت حساس تھی۔ آزاد ماحول اور مکس گیدرنگ کے باوجود وہ دبی دبی اور خائف سی رہتی تھی۔ شاید اس لیے کہ نہ اسے ممتا کی گود کی نرم گرمی ملی تھی اور نہ باپ کی وہ شفقتیں جو اسے لاڈ کرنا سکھاتیں' گو کہ بلال احمد اس کی ہر ضرورت اور خواہش بھی بنا کہے پوری کردیا کرتے تھے لیکن اسے نہ کسی چیز کی ضرورت تھی نہ خواہش' ایک انجانے خول میں بند وہ شاید خود کو تلاشتی رہتی تھی۔ جب ہی باہر کی دنیا میں اسے کوئی کشش نظر نہیں آتی تھی۔ پھر اس نے سینئر کیمبرج کیا تھا کہ بلال احمد نے اچانک پاکستان جانے کا سوچ لیا' اور انہوں نے ہی اسے بتایا کہ پاکستان میں اس کی ایک بہن بھی ہے۔ مریم رشتوں سے ناآشنا تھی' بہن اسے اچھی ضرور لگی لیکن اپنے خول سے وہ پھر بھی نکل نہیں سکی تھی۔

بلال احمد نے اپنے گھر شفٹ ہونے کے بعد پہلا کام اسے کالج میں ایڈمیشن دلانے کا کیا تھا۔ اس کی پڑھائی میں دلچسپی بھی بس واجبی سی تھی۔ دیگر سرگرمیاں تو تھیں ہی نہیں۔ ٹی وی آن ضرور کرتی لیکن دیکھتی نہیں تھی۔ البتہ موبائل میں گیمز کھیلتی تھی۔ اس وقت بھی وہ اسی شغل میں مصروف تھی کہ اس کے موبائل کی ٹون بجنے لگی۔ اسکرین پر ان نون نمبر دیکھ کر وہ حیران ہوئی کیونکہ اسے لبنیٰ اور بلال احمد کے علاوہ بھی کسی نے فون نہیں کیا تھا اور اس نے اپنا نمبر بھی کسی کو نہیں دیا تھا۔ سیل فون کی ٹون بند ہوئی پھر دوبارہ بجنے لگی تو اس نے کچھ الجھ کر کال ریسیو کی تھی۔

''ہیلو۔''

''سوری' میں نے آپ کو ڈسٹرب تو نہیں کیا؟'' ادھر جانے کون تھا۔

''آپ کون؟'' اس نے پوچھا تو وہ آہ بھر کر بولا۔

''کیا ستم ہے' ہم نہیں تو حال دل آپ فرمائیں گے کیا۔''

''کون ہیں آپ؟'' اس نے نا سمجھتے ہوئے پھر پوچھا۔

''آپ نہیں جانتیں مجھے' لیکن میں آپ کو روز دیکھتا ہوں۔ اگر کسی دن آپ نظر نہ آئیں تو میرا سارا دن بور گزرتا ہے۔'' اس کی بات پر وہ مزید الجھی۔

''میرا نمبر کس نے دیا آپ کو؟''

''کسی نے نہیں۔ میں نے خود آپ کے سیل فون سے چرایا تھا۔ اب آپ سوچیں کب کیسے؟'' اس نے دلفریب ہنسی کے ساتھ لائن ڈراپ کردی' تو سیل فون کو دیکھتے ہوئے وہ واقعی سوچ میں پڑ گئی تھی۔

O......O......O

ثریا نے جلدی جلدی چائے بنائی پھر کپ چھوٹی ٹرے میں رکھ کر کچن سے نکلی تھی کہ لاؤنج میں راحیلہ خاتون اور نگار کو کھڑے دیکھ کر کچھ گھبرا گئی۔ وہ دونوں شاید ابھی ابھی آئی تھیں۔ نگار ہینڈ کیری کھینچتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

''کیا بات ہے' ہمیں دیکھ کر تمہارا رنگ کیوں فق ہوگیا۔'' راحیلہ خاتون نے اس پر نظر پڑتے ہی طنز کیا تو بولتے ہوئے وہ ہکلا گئی۔

"نہیں وہ اصل میں آپ اچانک......"

"جیسے اچانک جانا ہوا ویسے اچانک آ بھی گئی یا تم سمجھ رہی تھیں کہ اب میں کبھی واپس نہیں آؤں گی۔" راحیلہ خاتون نے صوفے میں دھنستے ہوئے ایک اور تیر چھوڑا۔

"اللہ نہ کرے بھابی! میں ایسا کیوں سمجھوں گی۔ آپ کا گھر ہے اور سچی بات ہے آپ کے بغیر گھر بہت سونا لگ رہا تھا۔" اس نے چائے کی ٹرے آگے بڑھ کر راحیلہ خاتون کے سامنے رکھ دی۔

"بس اب مسکا مت لگاؤ۔" راحیلہ خاتون سر جھٹک کر پوچھنے لگیں۔ "صبا کہاں ہے؟"

"جی آفس۔"

"بس اب گھر بٹھاؤ اسے۔ میں وہاں اس کی بات پکی کر آئی ہوں۔ ذرا میرے بہنوئی چلنے پھرنے کے قابل ہوجائیں تو پھر بارات لے آئیں گے۔" راحیلہ خاتون نے کہا تو ثریا پریشان ہوگئی۔

"اتنی جلدی۔"

"ارے شکر کرو وہ مان گئے۔ یہاں تمہاری بیٹی تو کسی رشتے کو دوبارہ آنے جوگا نہیں چھوڑتی۔ اس لیے میں نے آنے جانے کا سلسلہ ہی نہیں رکھا۔ ڈائریکٹ شادی ہوگی۔" راحیلہ خاتون چمک کر بول رہی تھیں۔

"وہ تو ٹھیک ہے بھابی! لیکن تیاری بھی تو۔"

"تمہیں کیا تیاری کرنی ہے جو کرنا ہے مجھے ہی کرنا ہے۔ میں کرلوں گی سب تم فکر مت کرو۔" راحیلہ خاتون اس کی بات کاٹ کر بول رہی تھیں کہ جاذب کے آنے پر فوراً اس کی طرف متوجہ ہوئیں اور اس پر واری صدقے ہونے لگیں۔

"ہائے میرا بچہ! چند دن میں کیسا کمزور ہوگیا ہے' پھوپی کھانا نہیں دیتی تھی کیا؟"

"ارے نہیں امی! آپ کو تو وہم ہوگیا ہے' ویسا ہی تو ہوں جیسا آپ چھوڑ کر گئی تھیں۔" جاذب ثریا کی موجودگی کے باعث بوکھلا گیا تھا۔

"خاک ویسے ہو آدھے بھی نہیں رہے۔ مجھے پتا تھا میرے پیچھے تمہیں کوئی نہیں پوچھے گا' جبھی میں بھاگی چلی آئی۔" راحیلہ خاتون نے ایک ناگوار نظر ثریا پر بھی ڈالی تھی۔ وہ اپنی جگہ جز بز ہو کر رہ گئی۔

"ہاں آپ کا تو اگلے ہفتے آنے کا پروگرام تھا' پھر اچانک......" جاذب کو ان کی اچانک آمد کا خیال آیا تھا۔

"تمہارے لیے آئی ہوں بیٹا وہاں بھی میں چین سے تھوڑی تھی۔ ہر وقت دھیان تمہاری طرف رہتا تھا اور تم تو مجھے یاد بھی نہیں کرتے ہوگے۔" وہ ثریا کو دکھا کر دلار کر رہی تھیں۔

"یاد نہ کرتا تو روزانہ فون کیوں کرتا۔" جاذب نے کہا تو وہ فوراً بولیں۔

"مذاق کر رہی ہوں مجھے پتا ہے میرا بیٹا مجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔ بہت خیال کرتے ہو تم میرا۔ اللہ تمہارے جیسا بیٹا سب کو دے۔" وہ جذباتی ہونے لگی تھیں کہ جاذب کے موبائل کی ٹون بجنے لگی۔ جس سے ان کے چہرے پر ناگواری پھیل گئی۔

جاذب نے جیب سے موبائل نکال کر دیکھا۔ صبا کی کال تھی۔ وہ یقیناً اسٹاپ پر اس کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ اسے ری پلے نہیں کرسکا' موبائل آف کرکے دوبارہ جیب میں ڈالتے ہوئے بے اختیار اس نے ثریا کو دیکھا تو وہ نا سمجھتے ہوئے اپنے کمرے میں آگئیں۔ وہ حقیقتاً بہت پریشان ہوگئی تھیں کہ اگر راحیلہ خاتون واقعی صبا کی شادی طے کر آئی تھیں تو وہ صبا کو کیسے راضی کریں گی۔ پھر اب انہیں جاذب پر بھی غصہ آرہا تھا جو ماں کے سامنے بھیگی بلی بن جاتا تھا۔ وہ اگر ان سے بات نہیں کرسکتا تھا تو اسے کوئی حق نہیں تھا کہ وہ صبا کو اپنے انتظار میں بٹھائے رکھے۔ اس وقت وہ متضاد سوچوں میں گھری ہوئی تھی کہ صبا کی آواز پر چونک گئی۔

"السلام علیکم۔" صبا نے سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام۔" اس کا انداز ڈھیلا ڈھالا تھا۔ صبا نے فوراً محسوس نہیں کیا۔

"جاذب آگیا امی؟"

"ہاں' جلدی آگیا' تمہاری مامی جی آگئی ہیں۔ شاید انہوں نے راستے ہی سے فون کرکے بلایا ہو۔" ثریا نے بظاہر

سرسری انداز میں بتایا۔

''اوہ تو اس لیے اس نے میرا فون کاٹ دیا تھا۔'' صبا سمجھ کر پوچھنے لگی۔ ''ابھی کہاں ہے جاذی؟''

''وہیں تمہاری مامی جی کے پاس' تم جا کر سلام کر آؤ انہیں۔'' ثریا نے زبردستی اسے بھیجا تھا' تو اس نے بھی لٹھ مارنے کے انداز میں سلام کیا تھا۔

''سلام مامی جی۔''

''آ گئیں آفس سے۔'' راحیلہ خاتون نے کڑے تیوروں کے ساتھ اسے دیکھا لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

''جی ابھی آئی ہوں۔ جلدی آ جاتی لیکن انتظار میں دیر ہو گئی۔'' دوسری بات اس نے جاذب کو دیکھ کر کی تھی۔

''کس کے انتظار میں؟'' راحیلہ خاتون کی پیشانی پر مزید بل پڑ گئے۔

''بس کے انتظار میں' لیکن بس کو نہ آنا تھا نہ آئی آخر مجھے رکشہ سے آنا پڑا۔'' وہ ابھی بھی جاذب کو سنا رہی تھی۔

''کیا ضرورت تھی پیسے ضائع کرنے کی۔ کچھ دیر اور انتظار کر لیتیں۔''

''کچھ دیر کیوں مامی جی' میں ساری زندگی انتظار کر سکتی ہوں۔'' اس نے جاذب کو بوکھلا دیا تھا اور شاید راحیلہ خاتون بھی تاڑ گئی تھیں جب ہی ٹوکا۔

''اچھا جاؤ' مجھے اپنے بیٹے سے بات کرنے دو۔''

''جی۔'' وہ جاتے جاتے پلٹی تھی۔ ''جاذی تمہارا سیل آف ہے کیا؟''

''پتا نہیں۔'' وہ اپنی جیبوں پر ہاتھ مارنے لگا۔

''چیک کرو۔'' اس نے کہہ کر کچن کا رخ کیا تھا۔

......☆☆☆......

وہ لائٹ آف کرنے لگی تھی کہ ثریا پر نظر پڑی جو جانے کن سوچوں میں گم تھی کہ چہرے پر تفکرات کا جال بن گیا تھا۔ اس نے بٹن سے انگلی ہٹائی پھر ثریا کے پاس آ بیٹھی۔

''کیا بات ہے امی' کیا سوچ رہی ہیں۔''

''کوئی ایک سوچ ہو تو بتاؤں۔'' ثریا بے دھیانی میں بولی تھیں۔

''الٰہی خیر۔'' اس نے ثریا کا ہاتھ پکڑا۔ ''بتائیں کیا بات ہے؟'' ثریا اسے دیکھنے لگیں بولی کچھ نہیں۔

''بتائیں ناں امی کس بات سے پریشان ہیں؟'' اس نے اصرار کیا تو ثریا گہری سانس کھینچ کر بولیں۔

''سب سے زیادہ مجھے تم پریشان کرتی ہو۔''

''میں؟'' وہ حیران ہوئی۔ ''میں نے کیا کیا ہے اب؟''

''تم میری بات نہیں مانتی۔''

''خدا کے لیے امی' یہ سب باتیں چھوڑیں' مجھے اصل بات بتائیں۔'' وہ زچ ہوئی۔

''اصل بات' پہلے وعدہ کرو کوئی شور ہنگامہ نہیں کرو گی۔ سکون سے میری بات سنو گی اور آرام سے سوچو گی۔'' ثریا نے وعدے کے لیے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا' تو وہ ٹھٹک کر رک گئی۔

''جب تک وعدہ نہیں کرو گی' میں کچھ نہیں بولوں گی۔'' ثریا نے کہا تو ناچار اسے وعدہ کرنا پڑا۔

''ٹھیک ہے وعدہ' اب بتائیں۔'' ثریا چند لمحے اسے دیکھتی رہیں پھر کہنے لگیں۔

''بیٹا تم نے اور شاید میں نے بھی جاذب سے غلط امیدیں باندھ لی ہیں۔ وہ اپنی امی کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔ اس میں ہمت ہی نہیں ہے اور صرف وہی نہیں تمہارے ماموں بھی کم ہمت ہیں۔ اور ہماری عافیت بھی اسی میں ہے کہ ہم راحیلہ بھابی کے سامنے سر جھکا دیں۔ وہ اگر اپنے بھانجے کے ساتھ تمہارا رشتہ طے کر آئی ہیں تو......''

''امی ......'' اس نے ایک دم ٹوکا تو ثریا بھی فوراً بولی تھیں۔

''تم نے وعدہ کیا ہے' سکون سے سنو اور آرام سے سوچو۔''

''مجھے اور کچھ نہیں سننا۔'' وہ کھڑی ہوئی۔

''ٹھیک ہے مت سنو۔ مجھے بھی اور کچھ نہیں کہنا۔'' ثریا نے اپنی آنکھوں پر بازو رکھ لیا تو وہ غصے میں لائٹ آف کر کے اپنی جگہ پر لیٹ گئی۔ لیکن اب نیند کہاں آنی تھی۔ کتنی دیر کروٹیں بدلتی رہی اس کے اندر لاوا دہک رہا تھا۔ اس کا بس

نہیں چل رہا تھا کیا کرڈالے۔

جاذی کو نہیں چھوڑوں گی۔ اس نے کھولتے ذہن کے ساتھ سوچا اور پھر صبح کا انتظار نہیں کیا' اسی وقت اٹھ کر جاذب کے کمرے میں آئی تو وہ اسے دیکھ کر پریشان ہوگیا۔

''تم اس وقت؟''

''مجھے تم سے بات کرنی ہے۔'' وہ اس کے پریشان ہونے سے مزید طیش میں آ گئی تھی۔

''ہاں لیکن صبح۔''

''نہیں ابھی۔ ابھی بات ہوگی۔'' اس نے اڑ کر کہا تو جاذب نے گھبرا کر دروازے کی طرف دیکھا پھر اس خیال سے کہ اس کی آواز باہر تک نہ جائے وہ بڑھ کر دروازہ بند کرنا چاہتا تھا کہ راحیلہ خاتون کی پکار سنائی دی۔

''جاذب......''

''اف......'' وہ اس کی طرف پلٹا۔ ''جاؤ خدا کے لیے۔''

''نہیں جاؤں گی۔'' عجیب ضد تھی جاذب ہاتھ جوڑنا چاہتا تھا کہ راحیلہ خاتون دروازہ دھکیل کر اندر آتے ہی پہلے ٹھٹکیں پھر انتہائی غضب ناک ہوگئیں۔

''تم...... تم اس وقت یہاں کیا کررہی ہو؟''

''وہ...... میں......'' وہ پہلی بار خائف ہوئی تھی۔

''کیا' میں شرم نہیں آتی یا گھول کر پی لی ہے۔ ماں کہاں ہے تمہاری چلو۔'' راحیلہ خاتون نے تیزی سے بڑھ کر جھپٹنے کے انداز میں اس کی کلائی پکڑی اور کھینچتے ہوئے اس کے کمرے میں لاکر سوئی ہوئی ثریا کے اوپر اسے پٹخا تھا۔

''کیسی ماں ہو جوان بیٹی کو کھلا چھوڑ کر بے خبر سو رہی ہو۔'' راحیلہ خاتون کی تیز آواز نے ثریا کے اوسان خطا کردیئے تھے۔

''ک...... کیا ہوا بھابی؟''

''یہ پوچھو کیا نہیں ہوا' یہ تمہاری بیٹی ذرا پوچھو اس سے یہ اس وقت جاذب کے کمرے میں کیا گل کھلا رہی تھی۔''

''مامی جی۔'' اس کے غصے کو راحیلہ خاتون خاطر میں نہیں لائیں الٹا اس پر چڑھ دوڑیں۔

''چپ حرام خور' ایک تو چوری اوپر سے سینہ زوری۔ ہائے ہائے بس یہی دن دیکھنا رہ گیا تھا۔ ارے منہ کالا کرنے کے لیے تمہیں میرا ہی بیٹا ملا تھا۔''

''خدا کے لیے مامی جی' بولنے سے پہلے سوچ لیں' مت جھوٹے بہتان لگائیں۔'' وہ کانپتی ہوئی ثریا کو تھام کر چیخی تھی۔

''میں جھوٹے بہتان لگارہی ہوں' تم بتاؤ سچ کیا ہے۔ بتاؤ ابھی تم جاذب کے کمرے میں تھیں کہ نہیں۔''

''ہاں لیکن......''

''سن لیا......'' راحیلہ خاتون نے اسے مزید بولنے ہی نہیں دیا ثریا کو سنانے لگیں۔

''تم پڑی بے خبر سوتی رہو' ارے اپنا نہیں تو ہماری عزت کا خیال کرو۔ نہیں سنبھال سکتی اسے تو بھیج دو اس کے باپ کے پاس' وہ بہت خوش ہوگا بیٹی کے یہ رنگ ڈھنگ دیکھ کر۔''

''بس کریں بھابی۔'' ثریا نے ہاتھ جوڑ دیئے۔

''اب بس نہیں ہوگی' میں تمہارے بھیا سے بات کروں گی۔ بہت ترس کھاتے ہیں نا وہ تم ماں بیٹی پر' اب ذرا تمہارے لچھن بھی دیکھیں۔'' راحیلہ خاتون پیر پٹختی چلی گئیں تو ثریا کی نظریں صبا پر آن ٹھہریں۔

''امی میں......'' اس سے بولا ہی نہیں گیا۔

''تم مجھے جینے دوگی کہ نہیں۔'' ثریا کے لہجے میں دکھ تاسف اور جانے کیا کچھ تھا۔ وہ روہانسی ہوگئی۔

''امی آپ میری بات تو سنیں۔''

''نہیں سننی مجھے تمہاری کوئی بات جاؤ اپنی جگہ پر۔'' ثریا نے اس کی پیٹھ پر دوہتر مار کر اٹھایا اور خود لیٹ کر سر تک چادر اوڑھ لی۔

وہ جانتی تھی اس کی ماں سوئے گی نہیں روتی رہے گی اور پھر سوئی تو وہ بھی نہیں تھی البتہ رونے سے اسے نفرت تھی۔ رت جگے کے باعث اس کی آنکھیں سرخ اور سر درد سے پھٹا جارہا تھا پھر بھی وہ آفس کے لیے تیار ہوکر نکل رہی تھی کہ ثریا سامنے آگئیں۔

''کہاں جارہی ہو؟'' ٹھہرا ہوا سرد لہجہ تھا۔

''آفس......'' وہ ہمیشہ کی طرح پراعتماد نہیں تھی۔

''کوئی ضرورت نہیں بس اب گھر بیٹھو۔''

''یہ مامی جی کا آرڈر ہے؟''

''تم سے میں کہہ رہی ہوں اور مجھے تم نے مجبور کیا ہے کہ میں تمہاری مامی جی کی بات مان لوں۔'' ثریا چبا کر بولی تھیں وہ چیخ گئی۔

''ایسا کیا کیا ہے میں نے جو آپ مجبور ہوگئی ہیں۔ مجھے الزام مت دیں امی' اپنی مجبوریوں کو مجھ سے منسوب مت کریں۔''

''میری کیا مجبوریاں ہیں' سب کچھ مجھے تمہاری وجہ سے سہنا پڑتا ہے لیکن تمہیں احساس ہی نہیں۔'' ثریا کی آواز بھرانے لگی تھی۔

''ہاں نہیں ہے احساس۔'' وہ ہٹ دھرمی سے کہہ کر جانے لگی کہ ثریا نے اس کا بازو پکڑ کر کھینچا۔

''کون سی زبان سمجھتی ہو تم۔ میں منع کر رہی ہوں تم جاب نہیں کرو گی۔''

''تو آپ میری ضرورتیں میری خواہشات پوری کردیں۔ میں بیٹھ جاؤں گی گھر۔''

''کیا ہیں تمہاری خواہشات۔'' ثریا تاسف سے اسے دیکھنے لگی تھیں۔

''کوئی لمبی چوڑی فہرست نہیں ہے' واپس آ کر بتاؤں گی۔'' وہ کہہ کر تیزی سے نکل گئی تھی۔

O......O......O

محسن کی ناراضگی پھر دھمکی کہ اگر آج وہ نہ آئی تو وہ دوا نہیں لے گا' اس کی جان پر بن آئی تھی۔ بلال احمد اور لبنیٰ بھی گھر پر نہیں تھے اور اس نے محسن سے کہا بھی کہ لبنیٰ آنٹی اور ابو جی کے آنے پر ہی وہ اس کی طرف آسکے گی لیکن اس نے کوئی عذر نہیں سنا تھا۔ وہ بار بار کھڑکی سے جھانک کر دیکھ رہی تھی۔ پورچ میں گاڑی تو موجود تھی لیکن ڈرائیور ندارد۔ اس نے پھر محسن کو فون کیا۔

''میں آجاؤں گی مونی' ابو جی بس آنے والے ہیں۔''

''تو جب آؤ گی تب ہی بات ہوگی۔'' محسن نے کہہ کر فون بند کردیا۔ وہ روہانسی ہوگئی پھر بلال احمد کو فون کرنے کا ارادہ کیا تھا کہ ان کی گاڑی کا ہارن سن کر خوش ہوگئی اور جلدی جلدی تیار ہوکے نیچے آئی تو بلال احمد اور لبنیٰ کے سامنے ایک اجنبی خاتون کے ساتھ بیٹھے لڑکے کو دیکھ کر وہ پہلے جھجک کر رکی پھر اچانک ذہن میں جھماکا ہونے پر صرف ٹھٹکی ہی نہیں اس کا دل بھی زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔ وہ وہی لڑکا تھا جس نے ایک بار کالج گیٹ پر اسے روکنے اور بات کرنے کی کوشش کی تھی' اس کی سمجھ میں نہیں آیا وہ یہاں تک کیسے اور کیوں آیا ہے؟

''یہ ثریا کی بیٹی ہے نا۔'' خاتون نے اسے دیکھ کر بلال احمد سے پوچھا تھا اور وہ اپنی ماں کے نام پر بری طرح چونکی تھی۔

''جی' یہ نشاء ہے میری بیٹی۔'' بلال احمد نے اپنے تئیں تصحیح کی تھی۔

''بہت مشابہت ہے ثریا سے۔ میں دیکھتے ہی پہچان گئی۔'' خاتون نے بلال احمد کی بات ان سنی کرکے کہا تو وہ اسے دیکھ کر پوچھنے لگے۔

''بیٹا آپ کو کہیں جانا ہے؟''

''جی۔'' وہ جو گم صم کھڑی تھی چونک کر بولی۔ ''جی ابو' تایا ابو کے گھر۔''

''شیور ڈرائیور سے کہو لے جائے گا۔'' انہوں نے کہا تو وہ جلدی سے باہر نکل آئی لیکن پھر راستے میں اسے احساس ہوا کہ اس نے غلطی کی ہے' اسے وہیں رکنا چاہیے تھا' وہ خاتون جو بھی تھیں اس کی ماں کو جانتی تھیں جس کے بارے میں کسی نے اسے نہیں بتایا تھا۔ وہ ان سے پوچھ سکتی تھی لیکن بلال احمد کی موجودگی میں تو یہ ممکن نہیں تھا۔ اسے لگا جیسے بلال احمد نے جان بوجھ کر اسے وہاں سے ہٹایا تھا۔ گویا وہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ وہ اپنی ماں کے بارے میں سوال کرے۔ بہرحال اب اس کے اندر جو سوال اٹھ رہے تھے ان پر وہ کراس کا نشان نہیں لگا پائی جب ہی ساجدہ بیگم سے مل کر وہ محسن کے پاس آئی تو چھوٹتے ہی پوچھنے لگی۔

''مونی' تم نے میری امی کو دیکھا ہے؟''

''یہ اچانک تمہیں اپنی امی کا خیال کیسے آگیا؟'' محسن

نے ٹوکا۔

''بس آ گیا' تم میری بات کا جواب دو۔'' اس نے کہا تو محسن سوچتے ہوئے بولا۔

''یاد نہیں' میرا مطلب ہے میں اس وقت بہت چھوٹا تھا' شاید دو ڈھائی سال کا تو سوچو مجھے کیسے وہ یاد رہ سکتی ہیں۔ تم ایسا کرو امی سے پوچھ لو۔''

''چھوڑو تائی امی نے کبھی مجھے ان کے بارے میں نہیں بتایا۔'' وہ مایوس ہوئی تھی۔

''اچھا تو اس میں رونے کی کیا بات ہے۔'' محسن نے کہا تو وہ روٹھے انداز میں بولی۔

''میں رو تو نہیں رہی۔''

''تو پھر ہنس کے دکھاؤ۔''

''پہلے تم بتاؤ میڈیسن وقت پر لے رہے ہو کہ نہیں۔'' اس نے ایک دم یاد آنے پر پوچھا۔

''لے رہا ہوں بابا لے رہا ہوں۔ اب چلو ادھر میں تمہیں ایک چیز دکھاؤں۔'' محسن اس کا ہاتھ پکڑ کر ٹیرس پر لے آیا جہاں چھوٹے سے پنجرے میں خوب صورت چڑیاں دیکھ کر وہ اچھل پڑی۔

''ہائے مونی' یہ کہاں سے لیں؟''

''کیسی ہیں؟'' وہ اس کا اشتیاق دیکھ کر خوش ہوا۔

''بہت خوب صورت۔'' وہ کتنی دیر چڑیوں کو ادھر ادھر پھدکتے دیکھتی رہی' پھر شامی کھانے کے لیے بلانے آئی تو وہ محسن کے ساتھ نیچے آ گئی۔

کھانے کی ٹیبل پر ساجدہ بیگم اور جلال احمد پہلے سے موجود تھے۔ وہ اپنی مخصوص چیئر پر بیٹھی تو ساجدہ بیگم کہنے لگیں۔

''بیٹا' مریم کو بھی لے آیا کرو۔''

''میں کہتی ہوں اس سے تائی امی لیکن وہ کہیں جاتی ہی نہیں ہے۔ بات بھی کم کرتی ہے۔'' اس نے کہا تو ساجدہ بیگم افسوس سے بولیں۔

''ہاں لبنیٰ نے بچی کو بالکل اکیلا چھوڑ دیا ہے۔''

''میں تو کوشش کرتی ہوں تائی امی کہ وہ میرے ساتھ باتیں کرے' ہنسے بولے لیکن وہ چپ ہی رہتی ہے۔''

''آہستہ آہستہ گھل مل جائے گی۔'' جلال احمد نے کھانے میں مصروف رہ کر یوں کہا جیسے تم لوگ بھی کھانا کھاؤ۔ اس نے محسن کو دیکھ کر کھانے کی طرف اشارہ کیا اور اپنی پلیٹ پر جھک گئی۔

پھر کھانے کے بعد اس نے خود محسن کو دوا دی اس کے بعد ساجدہ بیگم سے اجازت لے کر گھر آئی تو ٹی وی لاؤنج میں لبنیٰ اکیلی بیٹھی تھیں' وہ اسے سلام کرکے اپنے کمرے کی طرف بڑھی تھی کہ اچانک کچھ خیال آنے پر پلٹ کر لبنیٰ کے پاس آ بیٹھی۔

''آنٹی' شام میں جو خاتون آئی تھیں کون تھیں؟''

''وہ دوسرے بلاک میں رہتی ہیں۔'' لبنیٰ نے ٹی وی سے نظریں ہٹائے بغیر جواب دیا تو وہ جزبز ہو کر پوچھنے لگی۔

''میرا مطلب ہے آنٹی وہ امی کا نام لے رہی تھیں کیا وہ امی سے ملنے آئی تھیں؟''

''نہیں' وہ تمہارا پرپوزل لے کر آئی تھیں وہ جوان کے ساتھ ان کا بیٹا تھا' اس کے لیے۔'' لبنیٰ کے جواب نے اسے صرف بوکھلایا ہی نہیں پریشان کر دیا تھا کہ وہ فوراً کچھ بول ہی نہیں سکی۔

''لڑکا دیکھنے میں تو اچھا ہے' بزنس بھی ٹھیک ٹھاک ہے۔ بلال کہہ رہے تھے تم سے پوچھ لوں تمہاری کیا مرضی ہے۔'' لبنیٰ یوں بول رہی تھیں جیسے کوئی ڈیوٹی نبھا رہی ہوں۔ صاف لگ رہا تھا اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

''سوچ لو' سوچ کر جواب دینا۔'' لبنیٰ ایک نظر اس پر ڈال کر پھر ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گئی تو وہ فوراً اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔ اس کا ذہن ماؤف ہو گیا تھا جب ہی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا کرے' ایسا تو اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا' اس کی زندگی تو بس ایک ہی ڈگر پر چل رہی تھی' جس میں کوئی موڑ نہیں تھا اور اس اچانک موڑ نے اسے بے حد پریشان کر دیا تھا۔ کتنی دیر وہ کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہلتی رہی جب ذہن کسی قدر سوچنے کے قابل ہوا تو اسے پہلا خیال احسن کا آیا تھا۔ اس نے جھپٹنے کے انداز میں اپنا سیل فون اٹھا کر احسن کو

کال ملائی اور ان کی آواز سنتے ہی وہ رونے لگی۔

O......O......O

ساجدہ بیگم نے سکون سے احسن کی بات سنی اور پھر انہیں تسلی دی تھی کہ وہ بالکل فکر نہ کرے نشاء پر پہلا حق ان کا ہے وہ ابھی ان کے ابو سے بات کریں گی اور آج ہی بلال احمد کی طرف جائیں گی۔ انہیں یقین تھا بلال احمد نشاء کے معاملے میں ان کی بات ٹال ہی نہیں سکتے اور یہ یقین جلال احمد کو بھی تھا جب ہی ساجدہ بیگم نے انہیں نشاء کے پرپوزل کا بتا کر یہ کہا کہ اس سے پہلے کہ بلال احمد نشاء کے لیے آئے پرپوزل کے بارے میں سوچیں انہیں فوراً بات کر کے نشاء کو احسن کے ساتھ منسوب کر دینا چاہیے تو اس پر جلال احمد بڑے آرام سے بولے تھے۔

''احسن کے ساتھ نہیں بیگم محسن کے ساتھ۔''

''محسن کے ساتھ۔'' ساجدہ بیگم چکرا گئیں۔ ''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟''

''ٹھیک کہہ رہا ہوں' احسن کے لیے لڑکیوں کی کمی نہیں لیکن محسن کے لیے صرف نشاء ہی ہو سکتی ہے' ابھی بھی وہی اس کا خیال رکھتی ہے۔'' جلال احمد نے کہا تو ساجدہ بیگم پریشانی سے بولیں۔

''وہ تو ٹھیک ہے لیکن احسن نے خود نشاء کے لیے کہا تھا' ابھی بھی اس نے فون پر مجھ سے یہی کہا ہے' وہ نشاء کو پسند کرتا ہے۔''

''یہ سب احمقانہ باتیں ہیں۔ آج نشاء پسند ہے کل کوئی اور پسند آ جائے گی اسے۔ تم اس کی باتوں کو دل پر مت لو محسن کا سوچو ہر پل تمہیں کیا یہ فکر نہیں ستاتی کہ ہمارے بعد محسن کا کیا ہوگا؟''

''بالکل ستاتی ہے لیکن احسن سے میں کیا کہوں گی۔'' ساجدہ بیگم الجھ گئیں۔

''تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ احسن کو میں خود سمجھا دوں گا۔'' جلال احمد گویا فیصلہ کر چکے تھے اور یہ فیصلہ کب ہوا تھا وہ ساجدہ بیگم کے گوش گزار کرتے ہوئے کہنے لگے۔

''پہلے میرا ارادہ احسن اور نشاء کی شادی کرنے کا تھا لیکن جب تمہیں محسن کے لیے فکر مند دیکھا تو میں نے بھی سوچا کہ ابھی تو احسن اور نشاء محسن کا خیال کر رہے ہیں لیکن شادی کے بعد ان کی اپنی زندگی ہوگی اور پھر بچوں میں مصروف ہو کر تو یہ دونوں محسن کو بالکل ہی بھول جائیں گے پھر محسن کی حالت ایسی نہیں کہ کوئی اپنی بیٹی دینے کو تیار ہوگا' جبکہ احسن کے لیے کمی نہیں ہے' اس لیے میں نے محسن اور نشاء کی شادی کا نہ صرف سوچا بلکہ اسی وقت فیصلہ بھی کر لیا تھا۔'' ساجدہ بیگم گم صم انہیں دیکھے جا رہی تھیں۔ بے اختیار بول پڑیں۔

''تو کیا بلال مان جائے گا؟''

''بلال کو میں تقریباً منا چکا ہوں۔'' جلال احمد فخریہ انہیں دیکھ کر کہنے لگے۔ ''شروع میں بلال اس رشتے پر راضی نہیں تھا' اس نے بھی یہی کہا کہ محسن کی بجائے احسن کی بات کریں' تو پتا ہے میں نے کیا کہا' میں نے کہا مجھے کوئی اعتراض نہیں' لیکن خود نشاء ایسا ہی چاہتی ہے' اور پھر مجھے اسے یقین دلانا پڑا کہ نشاء اور محسن ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے' اور یہ یقین دلانے کے لیے مجھے کوئی خاص تردد نہیں کرنا پڑا۔ نشاء ویسے بھی محسن کا خیال رکھتی تھی' بلال نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ کیسے نشاء ہر کام چھوڑ کر محسن کے پاس پہنچ جاتی ہے' جب تک اسے اپنے ہاتھوں سے دوا نہ دے چین سے نہیں بیٹھتی۔''

''یہ زیادتی ہے۔'' ساجدہ بیگم کی متاسف آواز آئی تو وہ ناگواری سے بولے۔

''کیسی زیادتی' تم عورتیں کسی حال میں خوش نہیں ہوتیں' بہرحال ایک مہربانی کرو تم صرف محسن کا سوچو اور احسن کے لیے جیسا میں کہوں ویسا کرنا' سمجھیں۔'' ساجدہ بیگم کا سر آپ ہی آپ جھک گیا تھا۔

......☆☆☆......

مریم سیل فون ہاتھ میں لیے شش و پنج میں بیٹھی تھی۔ ان نون نمبر سے مسلسل کال آ رہی تھی' آخر اس نے ہچکچاتے ہوئے کال ریسیو کی تھی۔

''ہیلو۔''

"کہاں ہیں آپ، میں کب سے فون کررہا ہوں' آپ میرا فون کیوں نہیں ریسیو کرتیں۔" دوسری طرف وہی تھا' مریم کی سمجھ میں نہیں آیا کیا کہے۔

"بہت انتظار کرواتی ہیں آپ۔" اس کا لہجہ اچانک گھمبیر ہوگیا۔ "اچھی لڑکی کبھی کبھی انتظار جان بھی لے لیتا ہے۔"

"آپ کیوں مجھے تنگ کررہے ہیں۔" وہ بلا کی سادہ تھی۔

"میں تنگ کررہا ہوں' فون آپ نہیں ریسیو کرتیں۔" وہ فوراً بولا تھا۔

"مم...... میں آپ کو نہیں جانتی' پھر میں کیسے آپ سے بات کرسکتی ہوں۔" وہ روہانسی ہوگئی۔

"جنہیں جانتی ہیں ان سے باتیں کرتی ہیں؟" اس نے پوچھا تو وہ پھر خاموش ہوگئی۔

"آپ کی خاموشی بتارہی ہے آپ کسی سے بات نہیں کرتیں۔"

"ہاں نہیں کرتی' میں کسی سے بات نہیں کرتی' آپ سے بھی نہیں کرنا چاہتی۔ آپ پلیز مجھے آئندہ فون مت کیجیے گا۔" اس نے سیل آف کرکے ایک طرف اچھال دیا پھر اپنا ٹیڈی بیئر اٹھا کر اسے یوں دیکھنے لگی جیسے اس سے پوچھ رہی ہو کہ میں کیا کروں' تب ہی بی بی (بوا) آ کر پوچھنے لگیں۔

"بیٹا' تمہارے لیے کھانا لگادوں۔" اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"کیوں بیٹا' بھوک نہیں لگتی تمہیں۔ ناشتا بھی نہیں کیا تھا۔" بی بی اس کے قریب آ گئیں۔

"لگتی ہے لیکن کھانے کی نہیں۔" اس کی نظریں ہنوز بیئر پر تھیں۔

"پھر جو تمہارا دل چاہتا ہے وہ بتادو۔ پکادیتی ہوں۔" بی بی نے پیار سے کہا لیکن اس نے جیسے سنا ہی نہیں۔ بیئر بازوؤں میں بھینچ کر دائیں بائیں جھولنے لگی۔ تو بی بی ترحم آمیز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے چلی گئیں۔ تب کچھ دیر بعد جانے اسے کیا خیال آیا' کمرے سے نکل کر بی بی کے پاس جانا چاہتی تھی کہ لبنیٰ نے پکارلیا۔

"مومویہاں آؤ۔"

"جی مما۔"

"بیٹھ جاؤ۔" لبنیٰ نے صوفے کی طرف اشارہ کیا تو وہ وہیں بیٹھ گئی۔

"بی بی بتارہی ہیں تم کچھ کھاتی پیتی نہیں ہو۔ اینی پرابلم؟" لبنیٰ نے ٹوک کر پوچھا۔

"نو...... نو پرابلم مما۔" اس نے رک کر کہا۔

"ہاں بیٹا' یہاں تمہیں پرابلم نہیں ہونی چاہیے' کیونکہ یہاں تم اکیلی نہیں ہو' تمہاری بہن ہے نشاء' پھر تایا' تائی بھی ہیں۔ جیسے نشاء ان کے پاس جاتی ہے تم بھی چلی جایا کرو۔ خود کو اکیلا رکھو گی تو بیمار پڑ جاؤ گی۔ میری بات سمجھ رہی ہو ناں؟" لبنیٰ نے نرمی سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"جی۔"

"اور کھانے کو منع نہیں کرتے۔ جاؤ بی بی سے کہو کھانا نکال دیں۔" لبنیٰ نے اس کا کندھا تھپتھپایا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

O......O......O

اس نے ٹائم دیکھا ایک بج رہا تھا اور بنٹی ابھی بھی اسے جانے نہیں دے رہا تھا' اور گو کہ اس کے لیے یہ مسئلہ نہیں تھا کہ وہ آفس نہیں پہنچی تو باس ناراض ہوں گی' ان ہی کے آرڈر پر پہلے اسے بنٹی کو دیکھنا بہلانا تھا' لیکن اس وقت وہ خود ذہنی انتشار کا شکار تھی' اس لیے بنٹی کی باتوں اور اس کی ایکٹوٹیز میں اس کا ساتھ نہیں دے پارہی تھی کتنی بار اس کا دل چاہا وہ ڈانٹ کر بنٹی کو خاموش کرادے لیکن وہ ایسا نہیں کرسکتی تھی بھی یہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی۔ پھر دوپہر کے کھانے کے بعد خدا خدا کرکے بنٹی کو نیند آئی تب اس کی جان چھوٹی۔ وہ جلدی سے اسے خدا حافظ کہہ کر باہر نکلی تو آگے گاڑی میں ڈرائیونگ سیٹ پر خان جنید کو دیکھ کر وہ رک گئی۔

"خان جنید ملازم سے شاید اسی کو بلانے کا کہہ رہے تھے اسے دیکھا تو اشارے سے آنے کا کہہ کر انہوں نے گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔ وہ خائف تو نہیں ہوئی البتہ بیٹھتے ہوئے

قدرے ہچکچائی تھی۔

"کیا کررہا ہے بنٹی؟" خان جنید نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"جی ابھی سونے لیٹا تھا۔اس نے ساری سوچوں پر بند باندھ کراپنا دھیان ان کی طرف منتقل کیا تھا۔

"گڈ' بہت مانوس ہوگیا ہے بنٹی تم سے۔ میں اب کافی ریلکس ہوگیا ہوں ورنہ بنٹی نے مجھے بہت پریشان کررکھا تھا۔ کسی گورنس کو ٹکنے ہی نہیں دیتا تھا پھر تنہائی اسے سائیکی بنا رہی تھی۔ ڈاکٹر کا کہنا تھا وہ کسی دن خود کو نقصان پہنچالے گا۔" خان جنید یوں بول رہے تھے جیسے کسی بزنس پروجیکٹ پر بات کررہے ہوں۔

"سر یہ تو بہت خطرناک بات ہے۔" اس نے کہا۔

"ہوں...... اس لیے میں چاہتا ہوں تم فل ٹائم کے لیے بنٹی کے پاس آجاؤ۔" انہوں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"فل ٹائم۔" اس نے گردن موڑ کرانہیں دیکھا۔

"ہاں' میں تمہیں شادی کی آفر کررہا ہوں۔" انہوں نے بڑے آرام سے اسے چکرا دیا تھا۔ اس کا حلق کڑوا اور زبان خشک ہوگئی تھی۔

"سوچ لو میں تمہیں اچھی زندگی دے سکتا ہوں۔ ابھی مجھے لگتا ہے تم پرابلمز میں ہو' تمہاری ساری پرابلمز سولو ہوجائیں گی۔" خالص کاروباری انداز تھا اسے راہ فرار کے لیے ایک ہی بات سمجھ میں آئی تھی۔

"سر مجھے یہیں اتاردیں۔"

"اوکے' سوچنا ضرور۔" انہوں نے گاڑی روک دی تو وہ جلدی سے اتر گئی اور جب ان کی گاڑی آگے بڑھ گئی تب وہ تیز تیز چلنے لگی یوں جیسے وہ وقت کی ساری سرحدیں پار کرجانا چاہتی ہو۔ سر پر تپتا آسمان تھا اور کہیں جائے پناہ نہیں تھی۔ اس نے رک کر ادھر ادھر دیکھنا چاہا لیکن اس کی آنکھیں دھندلا گئیں تب اس نے بیگ سے سیل فون نکال کر جاذب کا نمبر پش کردیا اور جیسے ہی اس نے کال ریسیو کی اسے آنے [illegible] کردیا۔ اور وہ تقریباً آدھے گھنٹے بعد اچھے ریسٹورنٹ میں جاذب کے سامنے بیٹھی تو وہ الٹا اسے الزام دینے لگا۔

"مان لو کہ غلطی تمہاری ہے' کیا ضرورت تھی میرے کمرے میں آنے کی۔ اب امی کو موقع مل گیا ناں۔"

"مامی جی کو پروپیگنڈہ کرنے کے لیے کسی موقع کی تلاش نہیں رہتی وہ جب جو چاہیں کرسکتی ہیں۔ تم اپنی بات کرو۔" اس نے سلگ کر کہا تو وہ زچ ہوا۔

"اپنی کیا بات کروں؟"

"تم میرے لیے اسٹینڈ لے سکتے ہو کہ نہیں۔" وہ اسی وقت فیصلہ چاہتی تھی۔

"اور کیا اسٹینڈ لوں' ابو سے بات کرتو چکا ہوں۔" جاذب نے کہا تو وہ دانت پیس کر بولی۔

"ابو سے نہیں امی سے' میرا مطلب ہے مامی جی سے۔"

"دیکھو صبا' یہ میرا مسئلہ ہے کہ میں امی تک بات خود پہنچاؤں یا ابو کے ذریعے سے' تمہیں اس سے غرض نہیں ہونی چاہیے۔" جاذب نے دھیما پڑ کر اسے بھی ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔

"پھر کس سے غرض رکھوں؟"

"مجھ سے' میرا مطلب ہے تم دیکھتی جاؤ کہ میں امی کو کیسے راضی کرتا ہوں۔" جاذب نے کہا تو وہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر مایوسی سے بولی۔

"کرچکے تم انہیں راضی!!!"

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)